Tehkals.com
Learn & Teach

اسلامیات

Class 9Th

NAME: ______________________________

F.NAME: ____________________________

CLASS:____________ SECTION: _________

ROLL #: _____ SUBJECT: _____________

ADDRESS: ____

____

SCHOOL: ____

https://web.facebook.com/TehkalsDotCom/

https://tehkals.com/

https://tehkals.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبصرہ:۔

اس سورۃ کا نام انفال اس لیے رکھا گیا۔ کیونکہ اس کی شروعات مال غنیمت کے احکام سے ہوا۔ اور یہ تمام سورۃ غزوۂ بدر سے مطلق ہے۔ غزوہ بدر ۱۷ رمضان سن ۲ ہجری کو پیش آیا۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں حضورﷺ کی قیادت میں اسلامی ریاست کی بنیاد پڑ گئی۔ مسلمان طاقتور ہوئے۔ اور مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم ہوا۔ مدینہ کے مختلف قوموں کے درمیان معاہدہ ہوا۔ جس میں آپﷺ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی۔ اور ایسے قبائل جو شام کی تجارتی شاہراہ کے قریب رہتے تھے۔ آپﷺ نے دوستی کے معاہدے کئے۔ مسلمان افواج ارد گرد علاقوں میں نگرانی کے لیے گشت کرتے تھے۔ شعبان سن ۲ ہجری میں ابوسفیانؓ کی قیادت میں ایک قافلہ ملک شام سے خرید وفروخت کر کے واپس آ رہا تھا۔ کہ جاسوسوں نے خبر دی۔ کہ آپﷺ قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے مکہ والوں کو اطلاع دی کہ ہماری مدد کے لئے آئیں۔ مکے کا ایک بڑا فوجی لشکر جب پہنچا تو حملے کی خبر غلط ثابت ہوئی۔ اس لشکر کا سپہ سالار ابوجہل تھا۔ کچھ سرداروں نے کہا۔ کہ اب ہمیں واپس جانا چاہیے۔ ابوجہل نہ مانا۔ اور جب حضورﷺ کو لشکر کا پتہ چلا تو مشاورت سے لڑائی کرنے کا فیصلہ ہوا۔ حضورﷺ تین سو تیرا (۳۱۳) افراد کیساتھ مدینہ سے نکلے اور بدر کے مقام پر خیمہ زن ہوئے۔ جبکہ کافروں کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) تھی۔ اور کافروں کو ایک عبرتناک شکست ہوئی۔

الدرس الاول (الف)

آیات (۱ تا ۸)

سوال ۱: اس سبق میں مؤمنوں کی کیا صفات بیان ہوئی ہیں؟

جواب: **اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ڈرنا:۔**

کامل مؤمن وہ ہے۔ جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ڈر جاتے ہیں۔ یعنی اللہ کی عظمت وجلال، ہیبت عزت سے ڈر کر گناہوں سے دور رہتے ہیں۔

ایمان میں ترقی۔

جب بھی حکم الٰہی ان کے سامنے آتا ہے۔ تو اس کو مانتے ہوئے اپنا سر جھکاتے ہیں۔ اور ان کے دلوں کو سکون ملتا ہے۔ اور ایمان میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ یا توکل۔

مؤمن اپنے تمام کام اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور نہ کسی سے ڈرتا ہے۔ اور نہ اللہ کے سوا کسی سے امید رکھتا ہے۔

مال خرچ کرنا:۔

وہ اللہ کے دیے ہوئے مال صرف اللہ کی رضا کے لیے صدقہ، خیرات اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔

نماز قائم کرنا:۔

مؤمن باقاعدگی سے پوری حقوق کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ اور کسی قسم کی سستی نہیں کرتے۔

سوال ۲: دو گروہوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: دو گروہوں سے مراد ایک تجارتی قافلہ اور دوسرا لشکر کفار ہے۔

تجارتی قافلہ:۔

اس سے مراد وہ قافلہ ہے۔ جو ابوسفیان کی قیادت میں تجارتی سامان لے کر شام سے مکہ آ رہا تھا۔ اور اس میں پچاس ہزار اشرفی کی ملکیت کا سامان تھا۔

کفار کا لشکر:۔

دوسرا گروہ وہ مکے سے چلا تھا۔ یہ ایک جنگی لشکر تھا۔ اور اس کا قائد ابوجہل تھا۔ اس لشکر میں ایک ہزار لوگ تھے۔ جو جنگی ہتھیاروں سے لیس تھے۔ اس لشکر کو ابوسفیان نے مدد کے لیے بلایا۔ کیونکہ اس نے خطرہ محسوس کیا۔ کہ مسلمان اس کے قافلے کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ ابوسفیان نے قافلے کا راستہ بدل دیا۔ اور مکہ پہنچ کر ابوجہل کو واپس آنے کو کہا لیکن وہ نہ مانا اور مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بدر کے مقام پر لشکر کے ساتھ پہنچ گیا۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل عبارات کا مفہوم لکھیں۔

جواب:۔ **فاتقو اللہ واصلحو اذات بینکم۔**

ترجمہ:۔

پس اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو۔

مفہوم:۔

اس آیت میں مسلمانوں کو کامیابی کا راز بتایا گیا ہے۔ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو۔ کوئی ایسا کام نہ کرو۔ جو اللہ کو پسند نہ ہو۔ کیونکہ جس دل میں اللہ کا خوف ہوتا ہے۔ اس کو بڑی قوت

https://tehkals.com

نصیب ہوتی ہے۔مال غنیمت کے سلسلے میں جو جھگڑا پیدا ہوا تھا۔تو حکم آیا کہ یہ سارا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔کہا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات درست کرو۔اور ایک دوسرے کے ساتھ صلح جوئی او اتحاد سے رہو۔اس صلح کی وجہ سے وہ مضبوط رہے۔کیونکہ اندرونی خلفشار سے بڑی تباہیاں رونما ہوتی ہیں۔

۲) **اطیعوالله ورسوله ان کنتم مئومنین.**

ترجمہ:۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم مئومن ہو۔

مفہوم:۔

اس آیت میں ایمان کی دو بنیادوں کا ذکر کیا گیا ہے۔مسلمانوں سے کہا گیا ہے۔کہ اگر وہ ایمان کے زیور سے آراستہ ہونا چاہتے ہیں۔تو خدا کی اطاعت کرے۔اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔یہی ایمان کا معیار ہے۔قرآن اور سنت پر مکمل عمل کامل ایمان کی علامت ہے۔جب بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آئے۔چاہے وہ آدمی کی مرضی کے خلاف ہو، مفاد کے کلاف ہو۔اسے بلا چوں چرا مان لیا جائے۔مال غنیمت کے متعلق جب حکم آیا۔تو مسلمانوں نے اسے فوراً مان لیا۔ان اموال سے پانچواں حصہ نکال کر باقی چار حصے تمام مجاہدین میں برابر برابر تقسیم کردیے گئے۔یہ حکم عام ہے۔اور ہمیں ہر وقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کرنا ضروری ہے۔اس سلسلے میں بے جان اعتراضات سے مکمل اعتراض کیا جائے۔

۳) **اذاتلیت علیهم ایٰته ذادتهم ایمانا.**

ترجمہ:۔

جب اللہ کی آیت ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

مفہوم:۔

مسلمانوں کے پاس جب اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے۔وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔قرآن مجید انسانوں کے لیے عظیم الشان رہنما ہے، شفا ہے، نور ہے، وہ قرآن سنتے ہیں۔تو انتہائی لذت محسوس کرتے ہیں۔اور یہ لذت کیوں محسوس نہ کریں۔جب کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا حیرت انگیز کلام ہے۔اسے غیر مسلم سنے۔تو حیرت محو ہوتے ہیں۔غیر ذی عقل جاندار بھی سنتے ہیں، تو ان کی کیفیت کچھ اور ہو جاتی ہے۔اس دور کے مسلمانوں کا تعلق قرآن پاک سے کمزور ہو چلا ہے۔اس لیے تو ایمان کی مضبوطی اور حلاوت سے محروم ہیں۔اور وہ دوسری اقوام کے دست نگر اور محتاج ہو چلے ہیں۔

الدرس الاول (ب)

آیات (۱۱ تا ۱۹)

سوال ۱: اس سبق میں غزوہ بدر کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے کن انعامات کا ذکر ہے؟

جواب: **اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نیند طاری کردی:۔**

غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بہت سے انعامات کیے۔جن میں پہلا انعام اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نیند طاری کر دی۔جس سے مسلمان ساری رات گہری نیند سوئے رہے۔صبح اُٹھے تو تازہ دم اور ہشاش بشاش تھے۔جبکہ کفار ساری رات بے چین رہے۔

باران رحمت؛

اللہ تعالیٰ نے اس رات رحمت کی بارش برسائی۔جس سے مسلمانوں کو بہت پانی ملا۔انھوں نے نہا کر جسموں کو صاف کیا۔پانی کے حوض بنائے۔مسلمانوں کے لیے ریت پر چلنا آسان ہو گیا۔اور کافروں کے ہاں خوب کیچڑ بنی۔

خوف و گھبراہٹ دور کرنا؛۔

مسلمانوں جب صبح اُٹھے تو تھکن و پریشانی کا نام و نشان نہ تھا۔پانی کی نایابی کا وسوسہ ختم ہو چکا تھا۔جبکہ کفار کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا۔

فرشتوں کا نزول:۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے قطار در قطار فرشتے بھیجے۔جس سے مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری دی۔اور مسلمان ثابت قدم رہے۔جبکہ شیطان فرشتے دیکھ کر میدان جنگ سے بھاگ گیا۔

کامیابی:۔

مسلمان تین سو تیرہ تھے۔جبکہ ان کے پاس جنگی ساز و سامان کی بھی کمی تھی۔اور ایک ہزار اسلحے سے مکمل لیس کافر لشکر کو عبرت ناک شکست دے کر فتح یاب ہوئے۔یہ حق اور باطل کا پہلا معرکہ تھا۔جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سرخرو کیا۔اور حضور ﷺ کی مانگی ہوئی دعا کو قبول کیا۔

سوال۲: کفار کے ساتھ مقابلے کی سورت میں سورۃ الانفال کی ان آیت میں کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

جواب: **جوانمردی سے لڑنا:۔**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار سے جوانمردی سے لڑنا۔ان کا رعب تمھارے دلوں میں نہ آنے پائے۔اور کمزور مت ہونا۔بلکہ اللہ کا ذکر کرتے رہنا۔اور اللہ پر بھروسہ رکھنا۔

پیٹھ نہ پھیرنا:۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ انفال میں مسلمانوں سے فرمایا۔کہ کفار سے جنگ کی صورت میں پیٹھ نہ پھیرو۔یعنی بے ہمتی اور بزدلی اختیار نہ کرو۔البتہ مصلحت کی خاطر مسلمان پیٹھ پھیر سکتا ہے۔یا کوئی جنگی چال چلنے کے لیے۔اس میں کوئی حرج نہیں۔

پیٹھ دکھا کر بھاگنے والوں کو وعید:۔

اللہ تعالیٰ نے پیٹھ دکھا کر بھاگنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے۔کہ ایسے لوگ اللہ کے غضب کے شکار ہونگے۔اور وہ دوزخ میں جائینگے۔کیونکہ یہ ایک بڑا گناہ ہے۔اس لیے مسلمانوں کو چاہیے۔کہ کسی بھی صورت میں بے ہمتی کا مظاہرہ نہ کریں۔بلکہ پوری بہادری سے لڑنا چاہیے۔

سوال۳: کفار کو خطاب کرتے ہوئے ان آیات میں کیا تنبیہ کی گئی ہے؟

جواب: کفار کو خطاب کرتے ہوئے ان آیات میں درج زیل باتیں بیان ہوئی ہیں۔

اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی مخالفت پر وعید:۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ **من یشاقق اللہ ورسولہ فان اللہ شدید العقاب.**

یعنی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا تو یاد رکھیں۔بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔یعنی جو حق کے راستے میں دوڑے اٹکائے گا۔تو اللہ تعالیٰ انھیں سخت عذاب کا مزہ چکھائے گا۔اور انھیں دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔آیت میں واضح کیا ہے کہ کافروں کی تمام تدبیریں بے آسرا اور کمزور کردے گا۔

کافروں کا فیصلہ چاھنا:۔

کافروں کو تنبیہ دی گئی ہے۔کہ حضرت محمد ﷺ اور اس کے پیروکاروں پر فتح حاصل کرنے کا خیال دل سے نکال دیں۔کیونکہ تم جو فیصلہ چاہتے ہو۔تو وہ فیصلہ اللہ نے کر دیا۔تم کبھی حق پر غالب نہیں آسکتے۔جنگ بدر میں تمھیں عبرت ناک شکست مل گئی۔یہ فیصلہ قبول کرلو۔

کافروں سے کہا گیا ہے کہ باز آجاؤ:۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کو خطاب کرتے ہوئے تنبیہ کی کہ تمھیں عبرت ناک شکست ہوگئی ہے۔تم نے بہتر گروہ کے فتح حاصل کرنے کی خواہش کی۔تو وہ مسلمانوں کے حق میں قبول ہوئی۔اب تم باز آجاؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔اگر دوبارہ سرکشی کروگے تو ہم بھی اعادہ کریں گے۔کہا گیا ہے کہ تمہاری بڑی تعداد تمہارے کام نہیں آسکتی۔کیونکہ اللہ مؤمنوں کا ساتھی ہے۔وہ مؤمنوں کو فتح دلائے گا۔اور تمھارے تدبیروں کو خاک میں ملائے گا۔

سوال۴: مندرجہ ذیل عبارات کا مفہوم بیان کریں۔

جواب: **یاایھا الذین آمنوا اذا لقیتم الذین کفرو ازحفا فلا تولو ھم الادبار.**

ترجمہ:۔

اے ایمان والو! جب تم کفار کے لشکر جرار کے ساتھ مقابلہ کرو۔تو ان کی طرف اپنی پیٹھیں نہ پھرو۔

مفہوم:۔

اس آیت میں **زحفاً** سے مراد لشکر جرار ہے۔**ادبار** دبر کی جمع ہے۔یعنی پیٹھ۔یہاں مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہا جارہا ہے۔کہ جب تم دین حق کے لیے دشمنان دین سے لڑتے ہو تو شجاعت، بہادری اور ثابت قدمی سے لڑو۔بزدلوں کی طرح پیٹھ نہ پھیرو۔بلکہ سینہ تان کر لڑو۔اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔کہ اللہ ہماری مدد فرمائے گا۔لیکن کفار کے مقابلے میں جو شخص پیٹھ دکھائے گا۔یعنی میدان جنگ سے بھاگے گا۔اور اسلامی لشکر کو بدل کردے گا۔ایسے بزدل اور شکست کے ذمہ دار افراد کا اللہ سخت محاسبہ کرے گا۔اس پر اللہ کا غضب ہوگا۔اور انہیں دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔جو کہ بہت بری جگہ ہے۔

۲) **وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ.**

ترجمہ:۔

اور جب تم نے اے پیغمبر ﷺ! دشمن کے لشکر پر مٹھی بھر ریت پھینکی۔تو یہ تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

مفہوم:۔

اس آیت میں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہوا ہے۔یعنی اس ہلاکت خیز اور تباہ کن اثر اللہ نے پیدا کیا تھا۔وہ یہ کہ حضور ﷺ نے غزوہ بدر میں ایک مٹھی بھر کنکریاں کافروں کے لشکر کی طرف

پھینکیں۔اور آپ ﷺ کی زبان پر یہ تھا۔**شاھت الوُجوہ**۔یعنی چہرے بگڑ جائیں۔اور یہ مٹی بھر کنکریاں ہر کافر کی آنکھ پر لگیں۔اور وہ آنکھیں ملنے لگے۔اور بدحواس اور دہشت زدہ ہوئے۔اور مقتولوں کی لاشیں بھی چھوڑ کر بھاگ گئے۔یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔جو آپ ﷺ حضرت جبرائیلؑ کی ہدایت پر یہ مٹھی بھر کنکر پھینکے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے فرمایا۔کہ یہ تم نے نہیں پھینکے۔بلکہ ہم نے پھینکے۔ہم نے ہر سنگریزے کو حکم دیا کہ ہر کافر کی آنکھوں کے اندر جا کر لگے۔اور انہیں دیکھنے سے محروم کیا۔کافروں کے اوسان خطا ہوئے اور اسی مسلمانوں نے حملہ کیا۔کافر حیران ہو کر دم دبا کر بھاگے۔اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

۳) **ولن تغنی عنکم فئتکم شیئا ولو کثرت.**

ترجمہ:.

اور تمہاری جماعت تمہیں کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔چاہے وہ تعداد میں زیادہ بھی ہو۔

مفہوم:۔

جنگوں میں فتح حاصل کرنے کے لیے کثیر تعداد کا لشکر کا عمل دخل ہوتا ہے۔یہی وہم کفار مکہ کو بھی تھا۔کہ ہم کئی گنا زیادہ ہیں۔مسلمان چند افراد ہیں۔اور ہم مسلمانوں سے باآسانی سے فتح حاصل کرلینگے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں واضح کرلیا۔اور ان کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے فرمایا کہ بڑا لشکر کافروں کو شکست سے نہیں بچا سکتا۔چاہے وہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔اس کی وجہ یہ تھی۔کہ کافروں سے جو لشکر لڑ رہے ہیں وہ ایمان کی قوت سے مالا مال ہیں اور ساتھ ہی انہیں مدد خداوندی بھی حاصل تھی۔

الدرس الاول (ج)

آیات (۲۰ تا ۲۸)

سوال ا: شرالدواب سے کیا مراد ہے؟

جواب: **شرالدواب:۔**

شر کے معنی ہیں بہت برے اور **دواب دابہ** کی جمع ہے۔جس کے معنی ہے زمین پر رینگنے والا جانور۔تو شرالدواب کا معنی ہو۔بدترین قسم کے جانور۔اس سے مراد یہ ہے۔کہ انسانوں کے مقابلے میں جانوروں کو گویائی اور عقل نہیں دی گئی۔جبکہ انسان کو عقل وشعور جیسی نعمتوں سے نوازا گیا۔اس لیے مراد یہ ہوا۔کہ سب سے بدترین جانور وہ ہے جسے عقل دی گئی کان اور سننے کی طاقت دی گئی۔سمجھنے کے لیے دل ودماغ دیے گئے۔اور دیکھنے کے لیے آنکھوں کی طاقت دی گئی۔لیکن اس نے یہ قوتیں ختم کردی۔زبان رکھنے کے باوجود گونگا،کان ہونے کے باوجود بہرا اور دل دماغ کے باوجود بے شعور وبے عقل بنا۔مطلب یہ کہ حق کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔نہ حق کی بات کہہ سکا اور نہ سن سکا۔تو ایسا انسان جانوروں سے بھی بدتر ہے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے جانور بھی اچھے ہیں۔جو فطرت کے مطابق چلتے ہیں۔

سوال۲: ان آیات میں خیانت سے کیا مراد ہے؟

جواب: ان آیات میں مؤمنوں سے کہا گیا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت نہ کرو۔اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی خیانت سے مراد یہ ہے کہ ان کے احکامات کی خلاف ورزی کی جائے۔اور ان کی فرمانبرداری سے منہ پھیرا جاسکے۔ان آیتوں میں دو بڑی امانتیں یہ ہیں۔

ا) حقوق اللہ

۲) حقوق العباد

حقوق اللہ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنا۔اور ان کے احکامات کو پورا کرنا۔جبکہ حقوق العباد سے مراد بندوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کو نیکی کی دعوت دینا۔اس کے علاوہ ڈیوٹیاں،فرائض،لوگوں کی امانتیں،میٹر،سینٹری،گاڑی اور پٹرول وغیرہ کی حفاظت حقوق العباد میں آتی ہے۔اس میں عہد کی پابندی اور رازداری کی حفاظت بھی شامل ہے۔اور ہر شخص اپنی جگہ کا نگران،ذمہ دار جواب دہ ہے۔

سوال۳: مندرجہ ذیل عبارت کا مفہوم بیان کریں۔

ا) **ان شرالدواب عنداللہ الصم البکم الذین لا یعقلون:.**

ترجمہ:.

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور وہ لوگ ہیں۔جو بہرے اور گونگے ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے۔

مفہوم:۔

جانوروں اور انسانوں میں واضح فرق ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل،شعور اور گویائی سے نوازا ہے۔جبکہ جانور ان سب نعمتوں سے محروم ہیں۔البتہ وہ اپنے مالک کے حکم پر

https://tehkals.com

چلتے ہیں۔اورتابعداری کرتے ہیں۔انسانوں کواللہ تعالیٰ نے حواس خمسہ کی نعمتوں عقل،شعوراور بہترین علمی صلاحیت سے نوازا گیا۔لیکن جب اس نے یہ قوتیں زائل کردی۔توایسا ہوا کہ کان رکھنے کے باوجودوہ سننے سے محروم ہیں۔جوبولنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔وہ گونگے ہیں۔تو پھر یہ انسان حق کی روشنی کودیکھ کربھی روشنی حاصل نہیں کرتا۔اورحق کی بات سن کربھی اس پرعمل نہیں کرتا۔اور یہ حق کی بات دوسروں تک نہیں پہنچاتا تو یہ انسان بدترین قسم کے جانور کہلائے گا۔

۲) ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وھم لا یسمعون:.

ترجمہ:.

اوران لوگوں جیسے نہ ہونا۔جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا۔مگر حقیقت میں نہیں سنتے۔

مفہوم:۔

اس آیات میں مؤمنوں سے کہا گیا ہے کہ ان منافقوں کی طرح نہ بن جائے۔جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا۔مگر حقیقت میں ان لوگوں نے کہاں سنا ہوتا ہے۔وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔مطلب یہ کہ اللہ کا حکم یہ لوگ سن لیتے ہیں۔لیکن اس پرعمل نہیں کرتے۔یہ لوگ سنتے ہیں۔بولتے ہیں۔دیکھتے ہیں۔حق کی بات جب ان کے کانوں تک پہنچا ہے۔تو وہ صرف یہ کہہ دیتے ہیں۔کہ ہم نے سنا لیکن جہاں ان پرعمل کرنے کا حق ہے تو وہ حق ادانہیں کرتے۔منافقین قرآن مجید کو سنتے اوردکھاوے کے لیے عمل بھی کرتے ہیں۔لیکن ان کے دل پر ہدایت کا اثر نہیں ہوتا۔اس لیے ان کا سننا بھی کوئی سننا نہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کواپنے نزدیک شرالدوآب کے لقب سے پکارا۔یعنی جانوروں سے بھی بدترین قسم کے جانور۔جانور تو اپنی فطرت پر چلتے ہیں۔اور منافقین جان بوجھ کرغلط بیانی کرتے ہیں۔دل سے مکمل طور پر حق سے روگردان ہیں۔

۳) واعلموا ان اللہ یحول بین المرء و قلبہ:.

ترجمہ:.

اورجان لو۔کہ اللہ تعالیٰ کا حکم انسان اوراس کے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔

مفہوم:۔

مندرجہ بالا آیات میں بتایا گیا ہے۔کہ انسان کواپنے دل پر قبضہ نہیں۔بلکہ دل خدا کے قبضے میں ہے۔جہاں چاہے پھیردے۔اللہ تعالیٰ بڑی رحمت والا ہے۔وہ کسی کو برائی پرمجبور نہیں کرتا۔بلکہ اس کے لیے بھلائی آسان فرماتا ہے۔لیکن جوشخص حق کوچھوڑ کرضداورباطل اختیار کرتا ہے۔تواسے ڈھیل دی جاتی ہے۔اورمواقع دیے جاتے ہیں۔کہ باطل چھوڑ کرراہ حق پر آجائے۔اس سے مراد یہ بھی ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ رہتا ہے۔وہ اس قدر قریب ہے۔کہ خوداس کا دل بھی قریب نہیں۔انسان خوداتنا نہیں جانتا جتنا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔حضورﷺ کا فرمان ہے۔کہ اگردل اچھا رہے توانسان اچھا رہتا ہے۔اوراگربگڑ جائے توانسان بگڑ جاتا ہے۔اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم دل کونیک رہنے دیں۔اورنیکی کرنے میں دیر نہ کریں۔کیونکہ شیطان اور بُرے سوچ والے انسان کونیکی سے ہٹانے میں لگے رہتے ہیں۔

۴) واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ:.

ترجمہ:.

اوراس فتنے سے ڈرو جونہ پہنچے گا تم میں سے ان لوگوں پرجنھوں نے ظلم کیا۔

مفہوم:۔

فتنہ سے مراد گناہ ہے۔اس میں بہت سی چیزیں آتی ہے۔مثلاً نیک کام کرچھوڑنا اوربُرے کام اختیار کرنا۔اس سے مراد یہ ہے کہ۔اگرکسی قوم میں ظلم وفساد بڑھ جائے۔تو نہ صرف خاص ظلم کرنے والے پرعذاب نازل ہوگی۔بلکہ اس میں وہ لوگ بھی تباہ ہوجائینگے۔جواس ظلم وفساد کودیکھتے ہوئے خاموش رہے۔انہوں نے ظالموں کوروکنے کی کوشش نہیں کی۔اس لیے عذاب کے مستحق ہیں۔

۵) واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ " وان اللہ عندہ اجر " عظیم" .

ترجمہ:.

اورخوب جان لو۔تمہارے مال اورتمہاری اولادسب آزمائش ہے۔اوربیشک اللہ تعالیٰ کے پاس اجرعظیم ہے۔

مفہوم:۔

فتنہ سے مراد آزمائیش ہے اوراس کے لغوی معنی ہیں۔سونے کوآگ میں ڈال کرکندن بنایا جائے۔اس طرح انسان بھی ان آزمائشوں سے گزرتا ہے۔

فتنہ مال:۔

پہلی آزمائش ہے "فتنہ مال" اگرمال کوجائزطریقوں سے حاصل کیا جائے اورجائزکاموں میں خرچ کیا جائے۔جائزطریقوں سے حاصل کرنا خیر کے دورجوں اورجائزطریقوں

https://tehkals.com

سے خرچ کرنا نیکی کے درجوں میں آتا ہے۔اور اگر نا جائز طریقوں سے حاصل ہو۔تو شر اور تباہی ہے۔جبکہ نا جائز کاموں میں خرچ کرنا بدی ہے۔

فتنہ اولاد:۔

آیات میں دوسری آزمائش "فتنہ اولاد" ہے۔مطلب اولاد کی آزمائش۔اگر کسی نے اولاد کی محبت میں نا جائز طریقے استعمال کئے۔اور اس کی تعلیم کا حق ادا کیا۔اور اولاد کی خاطر خدا اور بندوں کی چوری کی۔تو اولاد فتنہ بن جائے گا۔اور اگر کسی نے اولاد کی اچھی پرورش اور تربیت کی۔اور اولاد کو نیکی کی راہ میں لگا دیا۔اور اپنی آزمائش میں کامیاب ہوئے۔تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔

اجر عظیم:۔

اس آیت میں تیسری چیز "اجر عظیم" ہے۔اس لیے انسان کو چاہیے۔کہ اپنے مال کو دیانتداری سے اور سہی راہ میں خرچ کریں۔اور اولاد کو بھی اچھی تعلیم وتربیت دیں۔تو اللہ تعالیٰ ان کے بدلے میں انھیں اجر عظیم سے نوازے گا۔

الدرس الثانی (الف)

آیات (۲۹ تا ۳۷)

سوال ۱: ان سبق میں تقویٰ کے کیا انعامات بیان ہوئے ہیں؟

جواب: تقویٰ کا مفہوم ہے۔اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، گناہ اور ناپاکی سے پرہیز کرنا۔

اس سبق میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل انعامات بیان فرمائے ہیں۔

۱) سب سے پہلے کہا گیا ہے۔کہ مؤمن تقویٰ اختیار کریں۔تو ان کو امتیازی حیثیت حاصل ہوگی۔ان کو فرقان کی حیثیت سے نوازا جائے گا۔یعنی ان کو حق وباطل میں تمیز کرنے والی ایک قلبی بصیرت عطا فرمائی جائے گی۔ان کے پاس ایک ایسی مشعل ہوگی۔جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف ان کی راہنمائی کرتی رہے گی۔

۲) دوسرا انعام یہ ہے۔کہ ان کے گناہوں کو چھپایا جائے گا۔اور اسے ایسے ڈھانپ دیا جائے گا۔کہ اس کا نام ونشان نہ رہ سکے گا۔تاکہ کسی کی نگاہ اس پر نہ پڑھ سکے۔یہ اللہ تعالیٰ کا کرم تھا۔کہ تقویٰ کی وجہ سے ان کے گناہوں کی معافی اور ان کا مٹنا ممکن ہو سکے گا۔

۳) تقویٰ کا تیسرا انعام یہ ہے۔کہ اللہ تعالیٰ ان کے وہ گناہ معاف فرمائے گا۔جو بشری تقاضوں کی وجہ سے ان سے ہوئے ہو۔اللہ تعالیٰ ان متقین کی ہر نیکی کا اجر عطا فرمائے گا۔اور ان کے بعد مغفرت اور بخشش کا بڑا انعام ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

سوال ۲: واذ یمکربک الذین کفروا میں کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے؟

جواب: اس عبارت کا ترجمہ ہے۔کہ کافر تمہارے خلاف خفیہ تدبیریں اور سازشیں کررہے تھے۔ان کلمات میں اس خفیہ سازش کی طرف اشارہ ہے۔جو کافروں نے آپ ﷺ کے خلاف کی تھی۔تفصیل یوں ہے۔

جب اسلام آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔اور مسلمان مکہ کے مشرکین کی تکلیفوں سے تنگ آکر مدینہ ہجرت کرنے لگے۔اور ان کو وہاں عمدہ پناہ ملی۔اب قریش کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا۔کہ محمد ﷺ نے اگر مدینہ ہجرت کی۔تو مسلمان ایک بڑی طاقت بن جائے گے۔چنانچہ سردارانِ قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے۔اور اس خطرہ کے سدِ باب ترکیبیں سوچنے لگے۔اس میں شیطان بھی ایک بوڑھے شخص کے لباس میں شامل تھا۔ایک شخص نے کہا۔کہ آپ زنجیروں میں جکڑ کر عمر قید کرلیا جائے۔اس پر شیطان نے کہا نہیں آپ ﷺ کے ساتھی آپ کو چھڑوالیں گے۔دوسرے شخص نے کہا۔کہ آپ کو جلاوطن کیا جائے۔اس پر شیطان نے کہا نہیں آپ ﷺ کی زبان میں اتنی تاثیر ہے۔کہ باہر کے لوگ مسلمان ہوکر مکہ پر حملہ کرلیں گے۔آخر میں ابوجہل نے یہ تجویز پیش کی۔کہ اس کا قصہ ہی ختم کرلینا چاہیے۔اس پر شیطان نے بھی فوراً اصرار کیا۔اور فیصلہ کیا کہ آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرلیں گے۔جب آپ ﷺ گھر سے باہر آجائیں۔تو کام تمام کرلیا جائے گا۔اس سازش کی اطلاع حضرت جبرائیلؑ نے آپ کو دی۔اور آپ ﷺ رات ہی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ ہجرت فرمائی۔اور کافروں کی تدبیروں پر مٹی پڑھ گئی۔

سوال ۳: کفار کے مطالبے کے باوجود اللہ نے ان پر عذاب کیوں نازل نہیں کیا؟

جواب: قرآن مجید میں ہے۔کہ کفار یعنی ابوجہل وغیرہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ مطالبہ کیا۔کہ اگر حضرت محمد ﷺ کا لایا ہوا دین واقعی حق پر ہے۔تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔یا کوئی دردناک عذاب نازل کر۔لیکن عذاب نازل کرنے کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔اور وقت مقرر ہوتا ہے۔لوگوں کے کہنے یا عذاب مانگنے سے عذاب اس سے پہلے نہیں آتا۔

قرآن مجید نے خود ارشاد فرمایا۔کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب اس لیے نازل نہیں کرتا۔اس کی دو وجوہات ہیں۔

۱) پہلی وجہ یہ ہے۔کہ ان میں آپ ﷺ موجود تھے۔

۲) دوسری وجہ یہ تھی۔کہ ان میں مغفرت مانگنے والے لوگ تھے۔خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ تھے۔لیکن کعبہ کا طواف کرتے اور غفرانک غفرانک کہتے۔یعنی اے اللہ ہم تیری مغفرت کے طلب گار ہیں۔

https://tehkals.com

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل نہیں کیا۔لیکن جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ اور مسلمانوں نے مکہ ہجرت کیں۔تو پھر یہی عذاب جنگ بدر کی صورت میں نازل ہوا۔اور بہت سے سرداران قریش مارے گئے۔یہ واقعی عبرت ناک عذاب تھا۔

سوال ۴: مندرجہ ذیل عبارات کا مفہوم لکھیں۔

۱) **وما كان الله ليعذ بهم وانت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون.**

ترجمہ:۔

اور اللہ ایسا نہیں کرے گا۔کہ ان میں آپ ﷺ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں۔اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں۔ایسی حالت میں کہ وہ بخشش مانگے ہوں۔

مفہوم:۔

مشرکین مکہ نے کہا۔کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں۔اگر کہ قرآن اور دین واقعی حق پر ہے۔تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔یا کوئی دردناک عذاب لے آ۔لیکن اللہ تعالیٰ نے مکی دور میں ہجرت سے پہلے عذاب نہیں بھیجا۔اس کی دو وجوہات بتائی گئی ہیں۔

۱) ایک یہ کہ اس میں آپ ﷺ موجود تھے۔اور حق کی دعوت دے رہے تھے۔اور ان پر عذاب آیات تو اصلاح پذیری کا یہ موقع ضائع ہو جاتا۔

۲) دوسری وجہ یہ کہ وہاں ایسے لوگ موجود تھے۔جو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی کی التجا کر رہے تھے۔اس لیے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہیں لاتا چاہتا تھا۔خواہ یہ لوگ عذاب کا مطالبہ بھی کرنے لگے۔عذاب تب آتا۔جب ان میں اصلاح کی اُمید نہ رہے۔جب تک حضور ﷺ مکہ میں تھے۔اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نہیں لایا۔لیکن آپ ﷺ نے جب مکہ سے ہجرت کی۔تو یہ عذاب جنگ بدر کی صورت میں ان پر آیا۔جس میں عام لوگ محفوظ رہے۔اور قریش مکہ کے سردار ہلاک ہو گئے۔

۲) **ان الذين كفرو ينفقون اموالهم ليصدو عن سبيل الله فسينفقونها ثم تكونوا عليهم حسره ثم يغلبون.**

ترجمہ:۔

بیشک کافر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکے۔اور آئندہ بھی خرچ کرتے رہیں گے۔پھر یہ خرچ کرنا ان کے لیے باعث افسوس اور حسرت ہوگا۔پھر وہ مغلوب کر دیے جائینگے۔

مفہوم:۔

یہاں سبیل اللہ سے مراد ہے۔اللہ تعالیٰ کا دین یعنی اسلام۔

کافر اور مشرکین اپنے مالوں کو بھاری رقم میں خرچ کرتے ہیں۔تاکہ لوگوں کو اللہ کی دین سے روکے۔یہاں مراد وہ بعض لوگ ہیں۔جنہوں نے مدر کے موقع پر قریش کے سارے لشکر کو کھانا کھلایا۔ابوسفیان نے بھی چالیس اوقیہ سونا مشرکوں پر خرچ کیا تھا۔لیکن یہ آیات عام ہے۔اور اس سے مراد تمام گزشتہ، موجودہ اور آئندہ کے کفار ہیں۔جو لوگ کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکتے ہیں۔ان شیطانی قوتوں نے پہلے بھی اسلام کا راستہ روک رکھا تھا۔لیکن اسلام پھیلتا رہا۔ان کا اولین مقصد یہ رہا ہے۔اور رہے گا۔کہ کس طرح مسلمانوں کا راستہ روکا جائے۔اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کیا جائے۔لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔اسلام غالب رہا تھا۔رہا ہے۔اور رہے گا۔انشاءاللہ ان کی سازشیں تو تیں ختم ہو جائے گی۔اور افسوس وحسرت سے ہاتھ ملتی رہی ہیں اور رہے گی۔اور آخر میں مغلوب ہو جائینگے۔

الدرس الثانی (ب)

آیات (۳۸ تا ۴۴)

سوال ۱: اس سبق میں مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں کیا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: غنیمت سے مراد ہے۔جو مال فتح کی صورت میں کفار سے حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس سبق میں فرمایا ہے۔تمہیں جو کچھ غنیمت میں ملے۔اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا، قرابت داروں کا، یتیموں کا، مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے۔یعنی غنیمت کے پانچ حصے کئے جائینگے۔پانچواں حصہ علیحدہ کر کے باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے جائینگے۔کہا جاتا ہے۔کہ رسول کریم ﷺ اس پانچویں حصے کے پھر پانچ حصے کر لیتے تھے۔ایک حصہ اپنے لیے رکھ لیتے تھے۔اس سے اپنا اور گھر والوں کا خرچ چلاتے تھے۔اگر جو کچھ بچ جاتا اس سے جہاد کے لیے ہتھیار اور گھوڑے خریدتے تھے۔دوسرا حصہ قرابت داروں میں بانٹ دیتے تھے۔وہ قرابت دار جنھوں نے اللہ کے کام میں آپ ﷺ کی نصرت و امداد کی۔اور آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔تیسرا حصہ یتیموں کو دیا کرتے تھے۔یتیم سے مراد وہ بچے ہیں۔جن کے ماں، باپ مرگئے ہیں۔اور وہ نادار ہو چوتھا حصہ مسکینوں کو دیا کرتے تھے۔مسکین سے مراد غربت و حاجت مند مسلمان ہیں۔جو لپٹ چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔پانچواں حصہ مسافر کو دیا کرتے تھے۔مسافر سے مراد وہ آدمی جو گھر سے دور ہو۔اور راستے میں ہو۔اور سفر کی حالت میں محتاج ہو۔

https://tehkals.com

سوال۲: اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کے لیے کس کس خصوصی واحسان کا ذکر فرمایا ہے؟

جواب: غزوہ بدر حق وباطل کا پہلا معرکہ تھا۔مسلمانوں کی تعداد 313 تھی۔اور حضورﷺ اس کے سپہ سالار تھے۔اور مسلمانوں کے پاس ہتھیار بھی بہت کم تھے۔جبکہ کفار کی تعداد ایک ہزار (1000) تھی۔اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر انعامات کیئے۔حضورﷺ نے اللہ سے فتح اور نصرت کے لیے دُعا کی تھی۔اور اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کی دُعا قبول فرمائی۔اور مندرجہ ذیل احسانات فرمائے۔

۱) **بارانِ رحمت:۔**

میدان بدر میں مسلمانوں نے مدینے کی طرف پڑاوٗ ڈالا۔یہ جگہ ریتلی تھی۔پاؤں زمین میں پھنس جاتے۔اس لیے اس پر چلنا مشکل تھا۔اور اس طرف پانی کی قلت بھی تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا۔اور مسلمانوں کے جسم میلے ہوئے تھے۔جبکہ کفار اپنے لیے اونچی جگہ چُنی تھی۔اس رات اللہ تعالیٰ نے بارش برسادی۔کافروں کی جگہ کیچڑ بنی۔جبکہ مسلمانوں نے اپنے لیے حوض بنائے۔اور ریت پر چلنا آسان ہوا۔

۲) **پُرسکون نیند:۔**

اس رات اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو گہری نین سُلایا۔جس سے مسلمان صبح تازہ دم تھے۔جبکہ کفار ساری رات سے چین رہے۔

۳) **کفار کم دکھائی دینا؛۔**

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی بڑا احسان تھا۔کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات حضورﷺ کو خواب میں کافروں کی تعداد کم دکھائی دی۔جب مجاہدین کو یہ بات بتائی۔تو مجاہدین بہت خوش ہوئے۔جس سے ان کو حوصلے بلند ہوئے۔جب میدان جنگ میں آمنا سامنا ہوا۔تو بیداری کی حالت میں بھی مسلمانوں کو کافروں کی تعداد کم دکھائی دی۔

۴) **فتح کی بشارت:۔**

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولﷺ کو خوشخبری دی۔کہ فتح آپ لوگوں کو نصیب ہوگی۔تاکہ حق کو حق ثابت ہو اور باطل کو باطل۔

۵) **فرشتوں کی مدد:۔**

جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان یہ تھا۔کہ مسلمانوں کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں فرشتے بھیجے۔اور ایسے فرشتے جو لگاتار آنے والے تھے۔

۶) **معجزہ:۔**

جنگ بدر میں حضورﷺ نے ایک مٹھی بھر کنکریاں لی۔اور کفار کی طرف پھینکی۔اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان یہ تھا۔کہ ہر ایک سنگریزے کو یہ قوت دی۔کہ ہر کافر کی آنکھوں میں لگے۔جب کفار کی آنکھوں میں یہ سنگریزے لگے۔تو کفار کی حالت خراب ہوگئی۔جس سے مسلمانوں نے کفار پر حملہ کیا۔اور یہ جنگ اللہ تعالیٰ کے احسانات سے مسلمانوں نے جیت لی۔

سوال۳: مندرجہ ذیل عبارت کا مفہوم لکھیں۔

۱) **وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنة و یکون الدین کله لله.**

ترجمہ:۔

اور مشرکین سے اس وقت تک لڑتے رہو۔یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔اور پورا دین اللہ تعالیٰ کے لیے ہوجائے۔

مفہوم؛۔

اس آیت میں فتنہ سے مراد ہے۔"شرک" اور اس آیات میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے،کہ کافروں سے جہاد جاری رکھیں۔اور جہاد میں کوئی بزدلی نہ دکھائیں،جرات و بہادری سے لڑتے رہیں۔تاکہ فتنہ ختم ہوجائے۔مطلب یہ ہے کہ مشرک مسلمان ہوجائیں۔یا مغلوب ہوکر جزیہ ادا کریں۔یا کفار کا دین مکمل طور پر ختم ہوجائے۔

دین سے مراد یہ ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کے تحت مسلمانوں کی حکومت ہو۔ان کو غلبہ،اقتدار اور تسلط حاصل ہو۔مختصر یہ کہ مشرکین سے اس وقت تک لڑتے رہو۔جب تک یا تو مسلمان نہ ہو۔اور یا ان کا دین اور شرک ختم ہوجائے۔اور پوری دنیا پر اللہ تعالیٰ کا دین غالب آجائے۔

الدرس الثانی (ج)

آیات (۴۵ تا ۴۸)

سوال۱: کفار کے ساتھ مقابلے کی صورت میں مسلمانوں کو کون کون سے کام کرنے اور کن باتوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: یہ حق وباطل کا پہلا معرکہ تھا۔جنگ لڑنے کے کچھ اُصول ہوتے ہیں۔اس لیے کفار کے ساتھ لڑنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور کچھ سے بچنے کا حکم دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے کاموں کا حکم دیا تھا۔وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) **فاثبتوا:۔**

اس سے مراد یہ ہے۔کہ ثابت قدمی اختیار کرنا۔

یعنی دشمن کی زیادہ تعداد اور اسلحہ سے مت ڈرو۔اور کسی قسم کی دنیاوی خواہش نہ رکھو۔اور بھاگنے سے اجتناب کرو۔بلکہ شہادت کی آرزو رکھو۔

https://tehkals.com

۲) **واذکرااللہ کثیرا:۔**

اس کا مطلب ہے۔ کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔

یعنی جب لڑائی جاری ہو۔ تو زبان سے اللہ کا ذکر بھی جاری ہو۔ مجاہدین کو حوصلہ دینا اوران ک قدموں کو جمانا بھی ذکر الٰہی ہے۔ سخت حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا اور مدد کا سوال کبھی رد نہیں ہوتا۔

۳) **واطیعوا اللہ ورسولہ:.**

مطلب یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔

یعنی میدان جنگ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر پورا عمل کرو۔ اور اس کے رسول ﷺ کے قائم کردہ حدود سے تجاوز مت کرو۔

۴) **ولاتنازعوا:۔**

یعنی آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ بلکہ متحد رہو۔ اور اتحاد و اتفاق کا بھرپور مظاہرہ کرو۔

۵) **واصبروا:**

مطلب صبر اختیار کرو۔ سختی میں صبر کا اظہار کیا کرو۔ تکلیف ملنے یا زخمی ہونے پر صبر کرنا چاہیے۔ جذبات و خواہشات کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ جلد بازی نہ کرنا اور صبر سے کام لینا بھی صبر میں آتا ہے۔

۶) **مخلص النیات:**

جہاد میں شمولیت کے لیے ضروری ہے۔ کہ لڑائی پوری اخلاص سے ہو۔ تمام اسلامی اعمال کا محور و روح رواں خلوص نیت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ **انما الاعمال بالنیات؛۔**

یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔

ممنوعات:۔

کفار کے ساتھ مقابلے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مندرجہ ذیل باتوں سے منع کرنے کا حکم دیا۔

۱) **ولاتنازعوا:۔**

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو واضح طور پر بتایا کہ اختلاف و بے اتفاقی سے گریز کریں۔ ورنہ بزدل و بے ہمت ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری قوت جاتی رہے گی۔ اور تمہارا رعب و دبدبہ خاک میں مل جائے گا۔

۲) **ولاتکونو بطرا:۔**

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فخر و غرور سے منع فرمایا اور کہا کہ اتراتے ہوئے میدان جنگ میں نہ جاؤ۔ غرور، سرکشی، سرمستی اور جنسی محرکات کا انداز مت اپناؤ۔

۳) **منع رئاء الناس:۔**

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ریا سے منع فرمایا۔ یعنی کہ دکھاوے سے پرہیز کرو۔ یہ کافروں کا کام ہے۔

۴) **ولایصدون عن سبیل اللہ:۔**

مطلب یہ ہے۔ کہ لوگوں کا کافروں کی طرح راہ حق سے مت روکو۔ جہاد کی امانت و تحقیر مت کرو۔ اور اس کے عدم جواز کے حیلے مت تراشو۔

سوال ۲: غزوہ بدر میں مسلمانوں کی نصرت کے لیے نازل ہونے والے فرشتوں کو دیکھ کر شیطان کا ردعمل کیا تھا؟

جواب: شیطان شروع ہی سے مسلمانوں کے خلاف تھا۔ یہاں بدر میں بھی سراقہ بن مالک کی شکل میں موجود تھا۔ اور اس کا لشکر بنو مدلج کے مردوں کے بھیس میں تھے۔ اور کافروں کے مشورے دے رہا تھا۔ اور ساتھ مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ میں جو آپ کا مددگار ہوں۔

الشیطٰن نکص علیٰ عقبہ:.

اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے ایک ہزار فرشتے بھیجے۔ شیطان نے جب حضرت جبرائیل کو دیکھا۔ تو اُلٹے پاؤں پھیر گیا۔ اور ساتھ ہی لشکر دم دبا کر بھاگے۔ ایک مشرک نے بھاگنے کی وجہ پوچھی تو کہا۔ میں تم لوگوں سے الگ ہو رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے وہ کچھ دکھائی دے رہا ہے۔ جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ اور یہ کہتے ہوئے میدان جنگ سے بھاگا۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل عبارت کی مفہوم لکھیں:

یاایھا الذین امنوا اذالقیتم فئة فاثبتوا و اذکر الله کثیرا لعلکم تفلحون:

ترجمہ:.

اے ایمان والو کسی کافر گروہ سے جب تمہارا مقابلہ ہو۔ تو ثابت قدم رہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہو۔

مفہوم:۔

درج بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ مقابلے کی صورت میں مندرجہ ذیل کاموں کا حکم دیا ہے۔

فئة:

" **فئة** " سے مراد ہے۔" گروہ"اور یہاں اس آیت میں کافر گروہ مراد ہے۔ کیونکہ مسلمان دوسرے مسلمان سے نہیں لڑتا۔ اس آیت کا پہلا حصہ ہے۔ کہ ایمان والو! جب تمہارا کافر گروہ سے آمنا سامنا ہو۔ تو مندرجہ ذیل احکامات اپناؤ۔

فاثبتوا:.

درج بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو واضح طور پر بتایا۔ کہ جب تم کفار سے مدمقابل ہو جاؤ۔ تو آپ کو چاہیے۔ کہ ثابت قدم رہو۔ کیونکہ جنگ سے بھاگنا سخت گناہ ہے۔

واذکروالله کثیرا:.

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ثابت قدم رہنے کے بعد بتایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو۔ اور فتح کی دعا مانگو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو سکون واطمینان ملتا ہے۔ قوت اور حوصلہ بڑھتا ہے۔ خوف وڈر دور ہو جاتا ہے۔

لعلکم تفلحون:.

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بشارت دی۔ کہ میدان میں ثابت قدم رہنے اور اللہ کا ذکر کرنے کے بعد آپ کو کامیابی کی ضمانت دیتا ہوں۔ کہ اگر تم میدان جنگ میں جمے رہے۔ اور یاد الٰہی کی تو کامیابی وفتح تمہارا مقدر بنے گی۔

۲) **واطیوالله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم واصبرو ان الله مع الصٰبرین.**

ترجمہ:.

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ ورنہ تم بے ہمت ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مفہوم؛۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو چار چیزوں کا حکم دیا ہے۔

واطیعوالله (اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو)

آیت میں سب سے پہلے یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ کسی بھی حالت میں اللہ کی فرمانبرداری کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس کے احکامات پر پورا عمل کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے اس کے احکامات پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

واطیعوالرسول (رسول ﷺ کی اطاعت کرو)

اس آیت میں دوسرا حکم یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے بعد اس کے رسول ﷺ کی سنت پر عمل درآمد اور پیروی لازم رکھی جاتی ہے۔

ولاتنازعوا (باہمی جھگڑوں اور اختلاف سے گریز کریں)

آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تیسرا حکم یہ دیا ہے۔ کہ باہمی جھگڑوں سے گریز کرو۔ کیونکہ جھگڑوں سے انسان کمزور اور بے ہمت ہو جاتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو بتایا کہ جھگڑوں سے احتراز ضروری ہے۔ تاکہ مسلمان بے ہمت نہ ہو۔ اور ان کا رعب ودبدبہ قائم رہے اور ان کا اتفاق پارہ پارہ نہ ہو۔

واصبروا (اور صبر کرو)۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو واضح بور پر بتایا کہ صبر کا دامن تھامے رکھنا چاہیے۔ کسی بھی حالت میں صبر وتحمل سے ہاتھ نہیں دھونا چاہیے۔ کیونکہ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہیں۔

۳) **ولا تکونوا کالذین جرجوا من دیارھم بطراً ورئاء الناس و یصدون عن سبیل الله والله بما یعملون محیط.**

ترجمہ:.

اور ان لوگوں کی طرح مت ہونا۔ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاتے ہوئے نکلے۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روک رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ میں لیتا ہے۔

مفہوم:۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مئومنوں سے فرمایا کہ اس بات کا خیال رکھو۔ کہ مشرکین کے لشکر کی نقالی کبھی مت کرو۔ مشرکین کو جو لشکر مکے سے نکلا تو وہ لوگوں کو دکھاوے کے لیے نکلا۔ اور انہوں نے لوگوں کو راہ حق سے روکنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا۔ کہ میدان جنگ میں کافروں کی طرح مغرورانہ انداز اختیار نہ کرو۔ مسلمانوں سے کہا گیا ہے۔ کہ

جہاد عبادت ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا۔کہ میدان جنگ میں کافروں کی طرح مغرورانہ انداز اختیار نہ کرو۔مسلمانوں سے کہا گیا ہے۔کہ جہاد عبادت ہے۔اس میں اترانے، باجے، گانے، جنسی تحریکات اور سرورِ نشاط کی محفلیں سجانی انتہائی مکروہ اور نہ پسندیدہ عمل ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہاری سب اعمالوں کو احاطہ میں لیتا ہے۔

الدرس الثانی (د)

آیات (۵۸تا۹۴)

سوال ا: سورۃ الانفال کی آیات میں مسلمانوں کو جہاد کے لیے تیاریاں دیکھ کر منافقین نے کیا تبصرہ کیا؟

جواب: **جہاد کی تیاری:۔**

مسلمانوں نے مشرکین کے ہاتھوں بہت تکلیفیں اُٹھائیں۔وہ ہجرت پر مجبور ہوگئے۔لیکن مدینہ میں پرسکون زندگی مشرکین کو ایک آنکھ نہ بھائی۔انھوں نے منافقین اور یہود سے در پردہ سازشیں کی۔پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ و جہاد کی اجازت دی۔کیونکہ مسلمانوں کی اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔وہ چاہتے تھے۔کہ مشرکین مکہ کی اقتصادی حالت پر ضرب لگائی جائے۔اور تجارتی قافلوں کو دھمکایا جائے۔کہ سازشیں نہ کریں۔

تجارتی قافلہ:۔

سن۲ ہجری میں تجارتی قافلہ ابوسفیان کی قیادت میں شام سے مکہ جارہا تھا۔مسلمان اس قافلے کا راستہ روکنا چاہتے تھے۔لیکن حملے کا پروگرام نہ بن سکا۔ابوسفیان نے ابوجہل کو مدد کے لیے بلایا۔تو ابوجہل پوری تیاری کے ساتھ ایک ہزار لشکر کے ساتھ نکلا۔ابوسفیان کا قافلہ باحفاظت مکہ پہنچا۔ابوجہل جنگ کے لیے بضد تھا۔اور اس نے بدر پر پڑاؤ ڈالا۔

منافقین کا تبصرہ:۔

منافقین نے مشرکین کے اسلحہ سے لیس بڑے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے تین سو تیرا (۳۱۳) جیش کا موازنہ کیا۔اور کہنے لگے۔مسلمان تعداد میں تھوڑے ہیں۔اسلحہ اور سامان بھی نہیں رکھتے۔یہ اپنے دین کی سچائی پر مغرور ہیں۔کیا مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ موت کے منہ میں جارہے ہیں۔اور دیکھے مسلمان کتنے ہشاش بشاش ہیں۔اور نہ پریشان ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن مجید میں غرور نہیں "توکل" کا نام دیا ہے۔جس سے منافق محروم ہیں۔اللہ تعالیٰ کی مدد اسے حاصل ہوگی جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ و توکل کرتے ہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب اور زبردست صاحب علم ہے۔

سوال ۲: کفار کی جانب سے عہد شکنی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو کیا ہدایت دی؟

جواب: کفار کافر کی جمع ہے۔اور اس کی لغوی معنی ہے۔"چھپانے والا" یہاں کفار سے مراد بنونضیر و بنوقریضہ کے یہودی قبائل ہیں۔جنھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ میثاق مدینہ کے تحت معاہدہ کیا۔ یہودیوں نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی۔اور مشرکین کی مدد کرتے تھے۔مدینہ کے یہودی منافقین کو اُکساتے تھے۔اور سازشیں کرتے تھے۔

معاہدہ ختم کردیں:۔

قرآن کریم میں فرمایا کہ اگر کسی قوم سے غداری کا اندیشہ ہو۔تو اس کا معاہدہ اسے پلٹالیں۔کہا گیا کہ یہودیوں کے قبیلہ بنوقینقاع نے معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی۔تو انھیں ملک بدر کیا گیا تھا۔اور ان کے اموال پر قبضہ کرلیا گیا تھا۔اس لیے سورۃ الانفال میں بتایا گیا ہے۔کہ اگر یہ دغاباز معاہدہ پس پشت ڈال دیں۔اور میدان جنگ میں آپ ﷺ کے مدمقابل آئے۔تو اسے سخت سزا دی جائے۔جسے دیکھ کر پیچھے رہنے والی اور بعد میں آنے والی نسلیں بھی عبرت حاصل کریں۔اور عہد شکنی کی جرت نہ کرسکیں

سوال ۳: اس سبق میں فرعون و آل فرعون کی ہلاکت و بربادی کے کیا اسباب بیان کئے گئے ہیں؟

جواب: **معجزے:۔**

فرعون کو حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو بڑے معجزے دکھلائے۔

۱) عصا سے سانپ کا بننا۔

۲) ہتھیلی کا سورج کی طرح چمکنا۔

سارے ملکوں سے آئے ہوئے جادوگروں نے حضرت موسیٰ کے سامنے ہار مان گئے۔اور ایمان لے آئے۔لیکن فرعون اور اس کے درباری پھر بھی ایمان نہ لائے۔مصر والوں پر مختلف قسم کے عذاب آئے۔لیکن موسیٰ کی دعا و ایمان لانے کے وعدے کے ساتھ یہ عذاب ختم ہوئی۔لیکن فرعون و آل فرعون نے وعدے کی پابندی نہ کی۔اور آیات سے مکمل انکار کیا۔

کداب آل فرعون والذین من قبلھم کفروا بایٰت اللہ فاخذھم اللہ بذنوبھم ان اللہ شدید العقاب.

ترجمہ:.

فرعون نے اللہ کی واضح نشانیوں کو جھٹلایا۔اور کہا یہ کھلا جادو ہے۔یہ تم سب جادوگروں کا سربراہ ہے۔یہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے گناہوں پر انھیں عبرت ناک عذاب دیا۔

جانوروں سے بھی بدترین انسان:۔

قرآن مجید نے فرعون و آل فرعون، دیگر عہد شکنی اور جھوٹے لوگوں کو شرالدواب کہا گیا ہے۔یعنی جانوروں سے بھی بدترین ہیں۔کیونکہ جانور پھر بھی اللہ تعالیٰ کی فطرت پر چلتے ہیں۔ اور یہ انسان حقیقت کو جان کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

سوال۴: مندرجہ ذیل عبارت کا مفہوم لکھیں۔

۱) **ولو تریٰ اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم . وذوقوا عذاب الحریق. ذٰلک بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید.**

ترجمہ:۔

کاش آپ دیکھ سکتے۔ جب فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں۔ان کے چہروں وپیٹھوں پر مارتے ہیں۔اوران کو یہ کہتے ہیں۔کہ اب آگ کا عذاب چکھو۔یہ ان کی اعمال کی سزا ہے۔جوتمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔اور یہ جان رکھو۔کہ خدااپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

مفہوم:۔

درج بالا آیت کے تین حصے ہیں۔

پہلا حصہ: پہلے حصے میں کافروں کی جان نکالنے کا منظر بیان کیا ہے۔

دوسرا حصہ: دوسرے حصے میں کافروں کے لیے آخرت میں عذاب واضح کیا ہے۔

تیسرا حصہ: تیسرے حصے میں مکافات عمل بیان کیا ہے۔

اذ یتوفیٰ الذین کفروا:۔

آیت کے اس حصے میں کافروں ی جان نکالنے کا خوفناک منظر کیا گیا ہے۔یعنی کہ اگر تو دیکھے۔جب فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں۔تو ساتھ ان کو چہروں وپیٹھوں پر کوڑوں اور ہتھوڑوں سے زورزور سے ماررہے تھے۔اور بڑی مشکل میں ان کی روح قبض کررہے تھے۔

وذوقوا عذاب الحریق:۔

اس کا مطلب ہے "جلانے والی آگ"۔

آیت ک اس حصے میں بتایا گیا ہے۔فرشتے جب کفار سے روح قبض کررہے تھے۔تو ساتھ یہ بھی کہ رہے تھے۔کہ یہ تو صرف وقت مرگ کی مہمان نوازی ہے۔بڑا عذاب تو تمہیں جہنم میں دیا جائے گا۔جو اللہ نے تمہارے لیے تیار رکھا ہے۔تمہیں اس آگ میں جلائے جائینگے۔

وان اللہ لیس بظلام للعبید:۔

آیت کے آخری میں واضح کیا گیا ہے۔کہ یہ عبرت ناک سزا ہم ان کو خونہیں دے رہے۔بلکہ یہ ان کے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے دی جارہی ہے۔کیونکہ انھوں نے مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچائی۔اوران کو حق کے راستے سے روکا۔اس لیے بتلایا گیا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔بلکہ بندے خوداپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

الدرس الثالث (الف)

آیات (۵۹تا۶۴)

سوال ۱: ان آیات میں جہاد کی تیاری کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا؟

جواب: جہاد کی تیاری کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل احکامات دئے گئے۔

واعددوا ما استطعتم من قوۃ:۔

مسلمان پہلے کمزور تھے۔تواس لیے مسلمانوں سے کہا گیا۔کہ وہ جنگ کے لیے جدید ترین اسلحہ اور سامان حرب کا بدوبست کرے۔اور اپنی طاقت خود بڑھائے۔یہاں قوت سے مراد ہر قسم کا اسلحہ ہے۔

اعددوا من رباط الخیل:۔

مطلب یہ ہے کہ جہاد کے لیے گھوڑے پالو اور اسے تیار کرو۔اس وقت جنگ میں گھوڑے استعمال ہوتے تھے۔اب ضرورہی ہے کہ گھوڑوں کے علاوہ بکتر بند گاڑیاں، ٹینک، جیپ، بحری وہوائی جہاز وغیرہ کی فراہمی انتہائی ضروری ہے۔

ترھبون بہ عدوا اللہ وعدوکم:۔

مطلب یہ لے کہ تم اس اسلحہ اور سامان جنگ کی نمائش سے اللہ تعالیٰ اور اپنے دشمنوں پر رعب جماؤ۔تاکہ وہ تم سے لڑائی کی جرت نہ کرسکے۔مطلب یہ ہے کہ یہ مالی جہاد میں بھی حصہ لو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا۔

وما تنفقوا من شئی فی سبیل اللہ یوف الیکم.

ترجمہ:۔

اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو چیز خرچ کروگے۔اس ثواب میں تمہیں پورا پورا دیا جائے گا۔

چنانچہ مسلمانوں کو آج کل جدید اسلحہ کی تاری کے لیے مالی جہاد کرنا بہت ضروری ہے۔اس لیے ذہن کا بھی تیار ہونا ضروری ہے۔اور وسائل بھی موجود ہونے چاہیے۔اور مسلمانوں کو کافروں پر

غالب آنا ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو **انتم الاعلون** کا ارشاد دیا ہے۔ یعنی کہ تم ہی غالب آ ؤ گے۔

سوال ۲: مندرجہ ذیل عبارات کا مفہوم لکھیں۔

ا) **واعدوا مااستطعتم من قوۃ من رباط الخیل ترھبون به عدوالله وعدوکم واٰخرین من دونھم لاتعلمونھم الله یعلمھم.**

ترجمہ:۔

پس جس قدر تم سے ہو سکے قوت یا پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان تیار کرو۔ جس کے ذریعے تم اللہ کے اور اپنے دشمن پر رعب جما سکو۔ اور ان کے علاوہ کچھ اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے لیکن اللہ جانتا ہے۔

مفہوم:۔

مسلمان پہلے کمزور تھے۔ اور آہستہ آہستہ قوت حاصل کر رہے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد خود فرمائی۔ جنگ بدر میں پھر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ خود اپنی طاقت بڑھائے۔

اس آیات میں قوت سے مراد جدید قسم کا اسلحہ اور جنگی صلاحیت ہے۔ اور تربیت کا اصول ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ قوت کے بعد جہاد کے لیے گھوڑے تیار رکھے۔ اس وقت گھوڑوں کا استعمال ہوتا تھا۔ لیکن اب جہاد کے لیے ہر قسم کا جدید ترین سامان تیار رکھنا ضروری ہے۔ مسلمانوں سے کہا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو خوفزدہ رکھا جائے۔ کیونکہ خوف و رعب جمانا اعلیٰ قوت بننے کے بغیر ممکن نہیں۔ لیکن آج جو مسلمان کمزور محتاج ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ قرآن پاک پر عمل نہیں کرتے۔ اور شیطانی طاقتوں سے مار کھا رہے ہیں۔

۲) **ھوالذی ایّدک بنصرہ وبالمئومنین والّف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الّفت بین قلوبھم ولکن الله الّف بینھم.**

ترجمہ:۔

اللہ تعالیٰ وہی ذات ہے۔ جس نے تمہیں اور مؤمنوں کو اپنی مدد سے تقویت بخشی۔ اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ اگر تم خرچ کرتے وہ سب کچھ جو زمینوں میں ہے۔ تا ان کے دلوں میں الفت نہ ڈال سکتے۔

مفہوم:۔

اللہ تعالیٰ نے سرزمین عرب میں رسول کریم ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کا انتخاب بہت اعلیٰ تھا۔ عرب کے لوگوں میں یہ خاص صفت تھی۔ کہ وہ جب کسی کو دل سے قبول کرتے۔ تو اس کے لیے جان کی بازی لگاتے۔ رسول کریم ﷺ نے جب اسلام کی دعوت دی۔ تو لوگ اس کے مخالف ہوئے۔ کیونکہ لوگوں کو اپنے پرانے اقدار و روایات پسند تھیں۔ اور ان کو تبدیل کرنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ ۲۳ سال کے عرصے میں پورا جزیرہ عرب مسلمان ہوا۔ اور یہی جاہل لوگ بڑے رہنما بن گئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی اور مؤمنین کی طرف سے پیغمبر ﷺ کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے عرب کے لڑنے والے قبائل کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ مدینہ منورہ کے اوس وخزرج کے قبیلے ایک ہوئے۔ قریش کے قبیلے جن کے آپس میں اختلاف تھا۔ وہ بھی شیر و شکر ہوئے۔ بنواُمیہ اور بنو ہاشم کے اختلافات ختم ہوئے۔ یہ بڑی طاقت بن گئی۔ انھوں نے چند ہی سالوں میں دنیا کی دو بڑی شہنشاہتیں (بازنطینی اور فارس) ملیا میٹ کردی۔ اسلام کا بول بالا رہا۔ مسلمان سپر طاقت بنے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضور ﷺ کو فرمایا۔ کہ یہ سب میری مدد ہی کی وجہ سے ہوا۔ کیونکہ میں نے ہی ان کے دلوں میں آپ ﷺ کے لیے الفت ڈال دی۔ اگر میں ایسا نہ کرتا۔ اور اگر چاہتے زمین میں جو کچھ بھی ہیں۔ خرچ کرتے لیکن ان کے دلوں میں اُلفت نہیں ڈال سکتے۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کرم تھا۔ کہ ان کے دل ایک دوسرے کے لیے نرم ہوگئے۔ اور اسلام کا علم بلند رہا۔ اور مسلمان اعلیٰ طاقت بنے۔

۳) **یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین۔**

ترجمہ:۔

اے پیغمبر تمہارے اور تمہارے پیروکاروں کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

مفہوم؛۔

آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہونا:۔

درج بالا آیت میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے فرماتا ہے۔ کہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا کافی ہونا بڑی بات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انتہائی جلیل الشان ہستی ہے۔ انسان کے لیے اس سے زیادہ اور کیا خوش قسمتی ہوسکتی ہے جب اسے اللہ تعالیٰ خود اپنے کافی ہونے کا اعلان فرمائے۔ اسے انسان کو اور کیا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اسے ڈھارس دے رہے ہیں۔ کہ وہ اپنی بے سروسامانی سے نہ گھبرائیں۔

مؤمن بھی اللہ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے لیے کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی یہ بھی مدد تھی۔ کہ مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی۔ اور ایسے ساتھی صحابہ کرامؓ آپ کو میسر ہوئے۔ جن سے اللہ راضی ہوا۔ اور یہ بھی رضامند تھے۔ جو (**اشداء علی الکفار**) یعنی دشمن کے خلاف تھے۔ اور (**رُحماء بینھم**) یعنی آپس میں نرم دل تھے۔ حضور ﷺ کے لیے یہ ساتھی بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت تھی۔ اور اس کے ساتھیوں کو صحابہ کرامؓ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے کافی ہیں۔ اس طرح صحابہ کرامؓ کے لیے بھی کافی ہیں۔

https://tehkals.com

الدرس الثالث (ب)

سورۃ انفال آیت نمبر ۴۵ تا ۴۹

سوال ۱: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے کیلئے کیا ترغیب دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے پیغمبر مسلمانوں کو جہاد کی بہت زیادہ ترغیب دو آیات کریمہ میں ترغیب کی صورتیں درجہ ذیل ہیں۔

۱) بیس ثابت قدم مسلمان دوسو کافروں پر غالب ہونگے یہ وہ ثابت قدم مجاہد ہونگے جو شوق شہادت حصول الٰہی صبر و توکل میں اپنی مثال آپ ہونگے۔میدان جنگ سے بھاگنا ان کے ذہن اور خیال و تصور میں نہیں ہوگا۔اللہ تعالیٰ ایسے مجاہدوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ایسا مجاہد دس کافروں پر غالب ہوگا۔اس کے بعد وہی مقدار پھر دھیرایا اگر سو ثابت قدم جانباز مجاہد ہونگے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب ہونگے۔

تخفیف:۔

چونکہ مسلمانوں پر ۱:۱۰ کی نسبت بہت بھاری ،مشکل اور مشقت آمیز تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کے ساتھ احسان کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ قیامت تک آنے والے تمام مکان صحابہ کرامؓ کی طرح بلند اور مضبوط ایمان والے با حوصلہ اور باہمت نہیں ہونگے اور یہ بوجھ ہلکا کر دیا اور فرمایا کہ اگر تم میں سو ثابت قدم جم کر لڑنے والے ہونگے تو وہ دوسو کافروں پر غالب ہونگے مزید یہی مقدار بیان فرمایا کہ اگر ایک ہزار ثابت قدم لڑنے والے ہونگے تو دو ہزار کافروں پر غالب ائیں گے۔اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ما کان لنبی ان یکون اسریٰ حتیٰ الخ

ترجمہ:۔

پیغمبر کے شایان نہیں کہ ان کے پاس جنگی قیدی ہوں جب تک کہ اچھی طرح کفار کا خون زمین پر نہ بہائے تم دنیاوی مال ومتاع چاہتے ہو اور اللہ آخرت کا سامان چاہتا ہے۔

مفہوم:۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت بدر کے موقع پر نازل ہوئی ان آیات میں ایک قسم کا عتاب ہے جو کچھ مسلمانوں نے کہا اسے پسند نہیں کیا گیا۔مطلب یہ ہے کہ جب میدان بدر میں کفار بُرا مان کر بھاگ نکلے۔تو ضروری تھا کہ ان کفار کو پکڑ کر مارا جاتا۔تا کہ فساد کا خاتمہ ہو جاتا۔لیکن اس کے بجائے مسلمان مال غنیمت اکٹھا کرنے اور قیدیوں کو باھنے میں مصروف ہوگئے۔اس موقع سے کافر فائدہ اُٹھا کر بھاگ نکلے۔دوسری ناپسندیدہ بات یہ تھی۔کہ کچھ قیدیوں سے زرفدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔حضرت عمرؓ نے جب حضرت ابوبکرؓ کو مشورہ دیا۔کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔جبکہ عبداللہ بن رواحہ نے ان قیدیوں کو آگ میں ڈالنے کا مشورہ دیا۔حضورﷺ نے رحم دلی کا خیال رکھتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی رائے قبول کر لی۔کہ ان کو قتل کر دینا چاہیے۔اور آخرت کے سامان کا خیال رکھنا چاہیے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے۔

الدرس الثالث (ج)

آیات (۷۰ تا ۷۵)

سوال ۱: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی اس قیدیوں کے بارے میں کیا فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال میں قیدیوں کے بارے مُس فرمایا کہ اے پیغمبرﷺ! جو قیدی تمہارے ہاتھ میں گرفتار ہیں۔ان سے کہو کہ اگر تمہارے دلوں میں کوئی بھلائی معلوم کرے گا۔تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر دے گا۔جو تم سے لیا گیا ہے۔اور وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔بیشک اللہ رحم کرنے والا ہے۔یہ قیدی دہ قسم کے تھے۔

۱) کفار

۲) دوسرے وہ قیدی تھے جن کے دل ایمان سے منور تھے۔لیکن مجبوری سے آئے تھے۔

۳) **اسلام کی طرف مائل قیدی۔**

یہ آیت ان قیدیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔جو اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کر چکے تھے۔اس میں حضورﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھی۔اللہ تعالیٰ نے رسولﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا اگر تمہارے دل میں ایمان واخلاص ہے۔اور جو کچھ مال ان سے بطور فدیہ لیا گیا ہے۔تو تمہیں ان سے زیادہ عنایت فرمائے گا۔اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا۔

۲) **کفر کی طرف مائل قیدی:۔**

دوسرے قسم کے قیدی کفار تھے۔جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا۔کہ اگر وہ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں گے۔تو اس سے پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے خیانت کی تھی۔تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے قبضے میں دیا۔اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ فریب کیا تھا۔کہ ہاں آپ ہمارے رب ہیں اور وعدہ کیا۔لیکن بعد میں فطری دین کا مذاق اُڑایا۔اور وعدہ پورا نہ کیا۔وعدہ توڑنے پر اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ کے قبضے میں دے دیا۔اور فرمایا کہ جو مسلمان ہوئے انہیں اللہ نے بہت کچھ دے دیا۔اور جو کافر تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے تباہ

کردیا۔اسی طرح ایک قیدی (ابوغزہ جمحی) کوبغیر فدیہ اس شرط پر چھوڑ دیا۔کہ وہ کسی مشرک کی حمایت نہیں کریں گے۔لیکن جنگ اُحد میں وہ پھر آیا۔اور گرفتار ہوکر عہد شکنی کے سبب قتل کردیا۔

سوال۲: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہجرت ونصرت کے بارے میں کیا باتیں ارشاد فرمائیں؟

جواب: ہجرت ونصرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔کہ یہ دو گروہ ہیں۔

۱) مہاجر

۲) انصار

۱) مہاجرین:۔

حضورﷺ پر ایمان لانے والوں میں ایک قسم ان مسلمانوں کی ہیں۔جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے۔وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا۔مہاجر کہلاتے ہیں۔جو شروع ہی سے آپﷺ پر سچے دل سے ایمان لائے۔اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور حضورﷺ کی خوشنودی کے لیے وطن چھوڑا۔اس کے علاوہ جان ومال کی قربانی دی۔اور سخت ترین موقعوں پر آپﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا۔مال خرچ کر کے جنگ کے لیے سامان خریدا۔اور جنگ میں جانوں کا نظرانہ پیش کیا۔اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے بارے میں فرمایا۔کہ یہی سچے مؤمن ہیں۔ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

۲) انصار:۔

دوسری قسم ان مسلمانوں کی ہے۔جو انصار کہلاتے ہیں۔جنہوں نے مہاجرین کو اپنے مکانوں میں جگہ دی۔ان کی خاطر تواضع کی۔خود بھوکے رہے۔لیکن مہاجرین بھائیوں کو تکلیف ہونے نہ دی۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانیں لڑائی۔اور اسلام اور مسلمانوں کی امانت میں خیانت نہ کی۔اور ایثار قربانی کی اعلیٰ مثال قائم کی۔یہ دونوں گروہ آپس میں "ولی" ہیں۔یعنی کہ ایک دوسرے کے دوست۔جان ومال بلکہ دین وایمان کے ساتھی۔

سوال۲: مندرجہ ذیل عبارت کا مفہوم لکھیں۔

۱) **والذین آمنوا وھاجرواوجاھدوافی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اُلٰئک ھُمُ المئومنون حقاً.**

ترجمہ:۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔اور ملک سے ہجرت کی۔اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کو جگہ دی۔اور ان کی مدد کی۔یہی لوگ سچے مؤمن ہیں۔

مفہوم:۔

ابتداء اسلام کے دو اعلیٰ گروہوں کی تعریف کی گئی ہیں۔وہ دو گروہ ہیں۔

مہاجر:۔

یہ وہ لوگ ہیں۔جنھوں نے صرف اللہ کی رضا کے لے اپنا ملک، خاندان، گھر اور مال چھوڑا۔اور دوسرے ملک میں جا بسے۔دوسرے ملک میں تنگی وغربت کی زندگی بسر کی۔اور پھر کفار سے اپنے جانوں ومالوں سے جہاد کیا۔کہ وہ رشتہ دار جو کافر تھے ان سے بھی میدانِ جنگ میں لڑے۔

انصار:۔

انصار سے مراد ہے مددگار۔یعنی وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو اپنے گھروں مں پناہ دی۔حتیٰ کہ کاروبار وتجارت ان کو حصہ دیا۔اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں سے ان کا نکاح کراکے ان کے گھر بسائے۔اور ہر لحاظ سے اپنے مہاجر بھائیوں کی بھرپور مدد کی۔اخوت کی ایسی مثال دنیا کی تاریخ میں اور کہیں نہیں ملتی۔یہ دونوں گروہ زبردست مثالی اخوت کے جذبے سے سرشار ہے۔یہ گروہ آپﷺ پر فدا تھے۔اور آپﷺ کے ہر حکم کی تعمیل کرتے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی شان ومرتبہ دیا۔یہ بھی اللہ تعالیٰ سے بہت خوش اور اللہ تعالیٰ کے شکر گزار تھے۔

https://tehkals.com

دوسرا حصہ:

من ھدیِ الحدیث

(حدیث سے مراد حضور ﷺ کا قول، عمل و قرار ہے)

ترجمہ و تشریح

۱) افضل الاعمال ....الخ

۲) طالب العلم..........الخ

۳) خیر کم من..........الخ

۴) من صل...............الخ

۵) لا یئومن احدکم..........الخ

۶) لیس منا...............الخ

۷) الرّاشی ....الخ

۸) ان اکمل المئومنین...........الخ

۹) کلکم راع...............الخ

۱۰) خیر الناس.................الخ

۱) افضل الاعمال لاالہٰ الا الله وافضل الدعا الاستغفار.

ترجمہ:.

سب سے افضل عمل "لا الہ الا اللہ" ہے۔اور سب سے افضل دعا "استغفار" ہے۔

تشریح:۔

اس حدیث کے دو جز ہیں۔ پہلے جز میں بہترین عمل کا ذکر ہے۔اور دوسرے میں بہترین دعا کا۔

حدیث شریف میں بہترین عمل "لا الہ الا اللہ" بتایا گیا ہے۔جس کو کلمہ طیبہ یا کلمہ توحید کہتے ہیں۔اور اس کے معنی ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔اس کلمے کی تصدیق کرنا اور ساتھ ہی اس پر عمل کرنا سب سے بہترین عمل ہے۔ان الفاظ کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کا اقرار کرتے ہیں۔اور صرف اسی ذات کی عبادت کرنا افضل سمجھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کسی کے سامنے سر جھکانا اور ان کے ساتھ عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو برحق معبود مانا جائے۔کہ اسی کی ذات نے ہمیں بھی پیدا کیا۔اور پوری کائنات کو بھی۔ "لا الہٰ الا اللہ" توحید کی جان ہے۔یہ بہترین ذکر ہے۔جو یہ کلمہ پڑھتا ہے۔مسلمان ہو جاتا ہے۔اور اس پر سچے دل سے اگر یقین و عمل کیا جائے۔تو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سوچ نہیں سکتا۔

حدیث قدسی ہے کہ "لا الہٰ الا اللہ" میرا قلعہ ہے۔جو میرے قلعے میں داخل ہوا۔وہ میرے عذاب سے بچ گیا۔حدیث کے دوسرے جز میں "استغفار" کا ذکر ہے۔"استغفار" کے معنیٰ ہیں۔

مغفرت مانگنا، کیونکہ انسان دنیا کی رنگینیوں میں کھو جاتا ہے۔اور وہ بھول جاتا ہے۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔اور اللہ تعالیٰ کے خلاف کوئی کام کر رہا ہوں۔ تو انسان کو چاہیے۔ کہ وہ اپنی غلطیوں پر پشیمان ہو۔ اور اپنی غلطیوں کا احساس ہو کہ اس گناہ سے اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو سکتا ہے۔ تو وہ نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے "استغفر اللہ" کا ذکر کرتا رہے۔ انسان غلطی کا پتلا ہے۔ وہ کسی بھی وقت غلطی کر سکتا ہے۔ اگر گناہ سرزد نہ ہو سکتے۔ تو سزا و جزا کی عمارت نہ ہوتی۔ جو شخص اپنے گناہوں کا مطالب ہوگا۔ تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملے گی۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے گناہ یا غلطی پر نادم ہو تو اسے اللہ کی بارگاہ میں "استغفار" کرنا چاہیے۔ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ اور گناہ معاف فرماتا ہے۔ جس طرح بہترین عمل "لاالہٰ الا اللہ" اس طرح بہترین دعا "استغفار" ہے۔

۲) طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم.

ترجمہ:۔

علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد عورت) پر فرض ہے۔

تشریح:۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ تو اس کے لیے علم حاصل کرنے کی صلاحیت رکھی گئی۔ اور اسی علم کی وجہ سے انسان کو " اشرف المخلوقات " کہا گیا۔ لہٰذا انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی ذات و کائنات کے بارے میں جانے۔ اسے ہر اچھی اور بُری چیز کا علم ہو۔ علم ہی کہ وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے کہ "عالم و جاہل برابر نہیں ہو سکتے"۔

حضور ﷺ پر پہلی جو وحی بھی نازل ہوئی۔ اس میں بھی علم و تعلم کی اہمیت بیان کی گئی ہیں۔ علم کی معنی ہے۔ "جاننا" علم کے دو درجے ہیں۔

۱) علم الادیان یعنی دینی علم۔

۲) علم الابدان یعنی سائنسی اور دنیاوی علم۔

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ دینی علم ضرور حاصل کرے۔ تاکہ اسے اللہ تعالیٰ، حضور ﷺ اور دین کے متعلق معلومات ہو۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ۔

قل ربّی زدنی علما.

یعنی اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

علم ہی کی بدولت انسان نیکی کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ اور برائی کو ترک کرتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ کہ تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ دنیا میں کتنی چیزیں ہیں تم غور کیے بغیر گزر جاتے ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ "حکمت مؤمن کی گمشدہ چیز ہے جہاں سے ملے لے لو۔"

حکمت سے مراد دانائی ہے۔ اور دانائی علم ہی کی بدولت آتی ہے۔ حضور کریم ﷺ نے پندرہ سال پہلے علم ہی کی اہمیت کا احساس کیا۔ اور اپنی ملت کو علم حاصل کرنے کی اہم ترین ضرورت کی طرف توجہ دلائی۔ اس لیے مسلمان مرد و عورت کو علم حاصل کرنا چاہیے۔ علم ہی کی دولت سے انسان دنیا میں بھی ترقی کرتا ہے۔ اور آخرت میں بھی اس کی زندگی سنور جاتی ہے۔

۳) خیر کم من تعلم القرآن و علّمه.

ترجمہ:۔

تم میں سے بہتر وہ ہے۔ جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔

تشریح:۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ دنیا بھر کی کتابوں میں بہترین کتاب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری آسمانی کتاب ہے۔ جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کتاب کو موضوع انسان ہے۔ اس میں دنیاوی، اُخروی، معاشی، سیاسی، سائنسی، روحانی اور مذہبی ہر لحاظ سے رہنمائی موجود ہے۔ علم دنیا اور آخرت میں اس وقت تک سرخرو نہیں ہو سکتے۔ جب تک اپنی دنیاوی زندگی قرآن کی تعلیمات کے سانچے میں نہ ڈالے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ۔

"سب سے بہترین انسان وہ ہے۔ جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔"

مطلب یہ ہے کہ خود بھی اس پر عمل کرے۔ اور دوسروں کو اس کے رنگ میں رنگ دے۔ قرآن کی معنی ہے۔ وہ کتاب جو بار بار پڑھی جائی۔ قرآن مجید دنیا کی وہ واحد کتاب ہے۔ جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ افرادی اصلاح معاشرتی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ معاشرتی اصلاح تب ہو سکتی ہے۔ جب معاشرے کے لوگوں کو قراان کی تعلیمات سے آراستہ کیا جائے۔ اس لیے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید خود بھی سیکھیں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ۔

"قرآن کا ماہر بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہے"۔

جو شخص قرآن کو پڑھے۔ اور اس پر عمل کرے۔ تو قیامت کے دن اس کے والدین کو تاج پہنایا جائے گا۔ اور اس تاج کی روشنی سورج سے کئی زیادہ ہوگی۔ قرآن مجید کی تعلیمات دوسروں کو سکھانا صدقہ جاریہ ہے۔ جس شخص نے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دی۔ اور وہ شخص فوت ہوا۔ تو موت کے بعد بھی اس کے اعمال نامے میں نیک اعمال لکھے جائینگے۔ جب تک سیکھنے والا اس پر عمل کرتا رہے۔

https://tehkals.com

۴) من صلیٰ علیٰ مرّۃ فتح اللہ بابا من العافیۃ.

ترجمہ:۔

جس نے مجھ پر ایک مرتبہ بھی درود بھیجا اللہ نے اس کے لے عافیت کا دروازہ کھول دیا۔

تشریح:۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد انسانیت والے محسن حضورﷺ ہیں۔آپﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔اور آپﷺ کے تمام مخلوقات پر بے شمار احسانات ہیں۔آپﷺ نے انسان کو دنیا و آخرت کا راستہ بتایا۔

آپﷺ کی تعلیمات کی بدولت مشرک بہ اسلام ہوئے۔اور انسان خدا کی ذات اور صفات سے آگاہ ہوئے۔آپﷺ نے اپنی زندگی و عمل سیرت و سنت کے ذریعے ہمارے لیے بہترین نمونہ اور اسوۂ حسنہ پیش کیا۔احسانات کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر چیز سے بڑھ کر آپﷺ کی ذات سے عقیدت اور محبت رکھی جائے۔اور آپﷺ کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔آپﷺ کی محبت و عقیدت کے بغیر دین نامکمل ہے۔کیونکہ عقیدت اور محبت کا تعلق دل سے ہے۔اور عملی طور پر اس کا طریقہ یہ ہے۔کہ آپﷺ کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔اور عقیدت اور محبت کے اظہار کے طور پر آپﷺ پر درود بھیجا جائے۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں فرمایا۔

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی . یاایھاالذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما.

ترجمہ:۔

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔اس لیے اے ایمان والو! تم بھی آپﷺ پر درود بھیجا کرو۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکید ہے۔جس کا مطلب یہ ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ درخواست کرے۔کہ وہ زیادہ سے زیادہ رحمتیں آپﷺ پر فرماتا رہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آخر تک آپﷺ پر فرماتا رہے۔اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی کوئی حد نہیں۔حضورﷺ نے اس حدیث میں فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عافیت کا ایک دروازہ کھول دیا۔مطلب یہ ہے کہ اس انسان کے لے آرام و آسائش کا ایک دروازہ کھولا۔

ایک دوسری حدیث میں حضورﷺ نے فرمایا کہ سب سے کنجوس انسان وہ ہے۔جو میرا نام سنے اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔کیونکہ صرف و صرف حضورﷺ کو حاصل ہوئی ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو ارشاد فرمایا کہ " حضورﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجنے سے اللہ اس شخص کے لیے آرام و آسائش کا ایک دروازہ کھو دیتا ہے۔اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہے۔اور یہی آپﷺ کی محبت و عقیدت کے اظہار کے طور پر آپﷺ کے احسانات کا تقاضہ ہے۔

۵) لا یومن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ.

ترجمہ:۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا۔جب تک اس کی خواہش اس (تعلیم) کے مطابق نہ ہو جو میں لایا ہوں۔

تشریح:۔

اس حدیث میں آپﷺ کی فرمانبرداری کی تاکید کی گئی ہے۔آپﷺ نے فرمایا کہ جب تک میری تعلیمات پر عمل نہ کرو گے۔جو میں لایا ہوں۔اور اپنی تمام خواہشات میری تعلیم کے تابع نہ کرو گے۔تو ایمان کی لذت سے محروم ہو جاؤ گے۔ارشاد ربانی ہے۔

واطیعوا اللہ ورسولہ.

ترجمہ:۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولﷺ کی فرمانبرداری کرو۔ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ۔

" کہ جس نے حضورﷺ کی پیروی کی گویا اس نے میری پیروی کی۔"

کیونکہ قرآن کو سمجھنے کے لیے رسول اللہﷺ کی باتیں سمجھنا ضروری ہیں۔ایک اور جگہ فرمایا کہ جس نے حضورﷺ کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے۔حضورﷺ نے فرمایا۔

" کہ ہمیں ایسی خواہشات اور آرزوؤں سے بچنا ضروری ہے۔جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔"

حدیث شریف کے مطابق اگر انسان کے خواہشات قرآن کے تابع ہو تو انسان میں برائی کا امکان نہیں رہتا۔لیکن اگر انسان نفس کا غلام بن جائے۔تو وہ قرآن و سنت کے احکامات اور طریقوں سے ہٹ جاتا ہے۔اور ان کے مطابق عمل نہیں کرتا۔تو کامل مؤمن نہیں رہتا۔حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زبانی اقرار توحید کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔اپنی پوری زندگی کو قرآن و سنت کے مطابق پابند بنانا صحیح اسلام ہے۔جس سے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت میں بھی سرخرو ہو جاتی ہے۔

https://tehkals.com

۶) **لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا.**

ترجمہ:۔

وہ ہم میں سے نہیں۔ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ اور بڑوں کا احترام نہ کرے۔

تشریح:۔

مندرجہ بالا حدیث مبارک میں ایک اہم پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ بچے زیادہ رحم کے حقدار ہوتے ہیں۔ اس لیے ان سے پیار و محبت کا سلوک کیا جائے۔ اور ساتھ ہی بڑے عزت وتکریم کے حقدار ہوتے ہیں۔ اس لیے بڑوں کا بھی عزت واحترام کیا جائے۔ سب سے بدترین معاشرہ وہ ہوتا ہے۔ جس میں بچوں کے ساتھ بُرا سلوک کیا جائے۔ اور بڑوں کو نظرانداز کیا جائے۔ ہمیں چاہیے کہ بچوں سے مشقت نہ لی جائے۔ بلکہ ان کو علم کے زیور سے آراستہ کیا جائے۔ یہ ایک خوبصورت عمل ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے بوڑھوں کو (Old houses) میں نہ رکھا جائے۔ بلکہ پوتوں، نواسوں اور بیٹوں کو چاہیے کہ ان کا خاص خیال رکھے۔

سیرت طیبہ:۔

حضورﷺ کا پیار صرف بچوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ مشرکین کے بچے بھی آپﷺ کے پیارے لطف اُٹھاتے تھے۔ آپﷺ کا یہ معمول تھا۔ کہ سفر سے تشریف لاتے تو راستے میں جو بچے ملتے انہیں اپنے ساتھ سواری پر بٹھاتے۔ موسم کے میوے دیتے۔ بچوں کی خاطر نماز کو مختصر فرماتے۔ آپﷺ بزرگوں کا بھی احترام کرتے تھے۔ ان سے نرمی سے بات کرتے۔ اور ان کا کام کرتے۔

کیونکہ درج بالا حدیث میں آپﷺ نے فرمایا کہ۔

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے"۔

۷) **الرّاشی والمرتشی کلاھما فی النار.**

ترجمہ:۔

رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

تشریح:۔:۔

رشوت سے مراد ہے ناجائز کام کرانے کے لیے کوئی ذریعہ اختیار کرنا۔ اور رشوت کی صورت تب پیش آتی ہے۔ کہ معاشرہ میں انصاف ختم ہوجائے۔ اور لوگوں کو اپنے جائز حقوق نہ مل سکیں۔ تو رشوت کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ اور اس سے معاشرہ بگڑ جاتا ہے۔ جو کہ ایک مکروہ عمل ہے۔ معاشرے کا امن وسکون تباہ ہوجاتا ہے۔ اس کے بارے میں حضورﷺ نے فرمایا کہ۔

"رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنمی ہے۔"

جبکہ رشوت دینے والے سے لینے والا زیادہ گنہگار ہے۔ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اور جب معاشرے میں حقوق العباد سے آنکھیں بند ہوجاتی ہیں۔ تو یہ چلن عام ہوجاتا ہے۔ رشوت کئی طریقوں سے دی جاتی ہے۔ مثلاً تحفے تحائف وغیرہ دینا۔ یہ سب مکروہ عمل ہیں۔

کلاھمافی النار:۔

محمدﷺ نے رشوت لینے اور دینے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ شخص جو رشوت لیتا اور دیتا ہے۔ دوزخ کی آگ میں جائینگے۔ ایک آدمی مسلمان و نبیﷺ کا امتی ہو کر رشوت کی لعنت میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ تو اس کے لیے دوزخ کا عذاب بھی کم ہے۔ کیونکہ رشوتوں سے حق تلفی ہوتی ہے۔ اور مستحق لوگوں کا حق مارا جاتا ہے۔ اور لوگ اذیت سے گزرتے ہیں۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم رشوت جیسی لعنت سے خود کو بچائے کیونکہ دوزخ کی آگ اس دنیا کی آگ سے ستر (۷۰) گنا تیز ہے۔

۸) **ان اکمل المئومنین ایماناً احسنھم خُلُقا.**

ترجمہ:۔

یقیناً مئومنوں میں کامل ترین ایمان والا ہو ہے۔ جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔

تشریح:۔

نبی کریمﷺ نے اس حدیث میں اچھے اخلاق کی اہمیت بتائی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اچھے اخلاق ایمان کی نشانی ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ میں عمدہ اخلاق پورا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ کیونکہ قرآن پاک میں ہے۔

انک لعلیٰ خلق عظیم

ترجمہ:۔

"بے شک آپﷺ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہے۔"

حسن خلق سے آپس میں نفرتوں کو محبتوں میں بدلہ جاسکتا ہے۔ دشمن بھی تیرے فرمانبردار ہوسکتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اگر انسان کا اخلاق اچھا ہوگا تو وہ ایمان کی زیور سے آراستہ ہوگا۔ اور وہ کامل مئومن ہوگا۔ اس

https://tehkals.com

کی شخصیت نکھری ہوئی ہوگی۔اچھے اخلاق میں دیانت،امانت،سچ گوئی،عدل وانصاف،صبر وشکر،تدبر،خدمت خلق،احسان،تقویٰ اور خوف خداوغیرہ آتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ.

ترجمہ:۔

"تمھارے لیے حضورﷺ کی سیرت طیبہ میں بہترین نمونہ ہے۔"

اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ رسول اللہﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اچھے اخلاق سے آراستہ ہوں۔کیونکہ حدیث میں ہے کہ۔

"کامل ترین مؤمن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں"

اور اچھے اخلاق حضورﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنانے سے ملتے ہیں۔

۹) کُلکُم راعٍ وکُلکُم مسئول عن رعیتہ.

ترجمہ:۔

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے۔اور تم میں ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔

تشریح:۔

یہ ایک انتہائی اہم حدیث ہے۔اس حدیث میں بتایا گیا ہے۔کہ تمام انسانوں کو اپنے دائرہ کار میں ذمہ دار معقول قرار دیا گیا ہے۔راعی کی معنی ہے "چرواہا"۔چرواہا ریوڑ کے ہر جانور کا ذمہ دار ہے۔جیسے وہ چراہا ہے اسے ہر وقت بیدار رہنا پڑتا ہے۔تاکہ رکھوالی کا حق ادا ہو سکے۔اس طرح کسی ملک کے حاکم کو،گھر کے سربراہ کو،خاتون خانہ کو،تاجر یا کسان کو،افسر اور نوکر کو،استاد وشاگرد کو اپنے ذمہ کے تمام کام ذمہ داری سے ادا کرنے چاہیے۔کیونکہ وہ جواب دہ ہونگے۔اور اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

ہر فرد ذمہ دار و جواب دہ ہے۔

حضورﷺ کا ایک بڑی حدیث مبارک کا یہ ابتدائی حصہ ہے۔کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے۔اور ہر ایک سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔اس حدیث میں بتایا گیا ہے۔کہ جو شخص جہاں جس حیثیت میں بھی ہے۔اپنی ذمہ داری وفرائض کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں میں جواب دہ ہے۔یعنی سربراہ حکومت اپنی عوام اور غلام کے بارے میں جواب دہ ہے۔سربراہ خاندان اپنے اہل خانہ کے بارے میں جواب دہ ہے۔بیوی گھر،اولاد کی اور دیگر اہل خانہ کے بارے میں جواب دہ ہے وغیرہ۔

احساس ذمہ داری:۔

اسلام معاشرے کے تمام افرد کو یہ احساس دلاتا ہے۔کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ کردار ادا کرنے کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔وہ بے مقصد نہیں پیدا کیا گیا۔ان سب سے مل کر ایک ذمہ دار معاشرہ معرض وجود میں آیا ہے۔جس میں ہر ایک کا اپنا دائرہ عمل اختیار ہے۔ہر ایک کے پاس اپنی امانت وڈیوٹی ہے۔وہ کسی بھی جگہ میں ہے۔جو بھی کام کر رہا ہے۔اپنے کام وڈیوٹی امانت ودیانت سے بجالائے۔

۱۰) خیر الناس من ینفع الناس.

ترجمہ:۔

لوگوں میں اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع دیتا ہے۔

تشریح:۔

اس حدیث میں بہترین عمل کی نشاندہی کی گئی ہے۔انسانیت کی فلاح وبہبود کا عمل انتہائی خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔اس دینا میں عزت وکامیابی انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔جو خلق خدا کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ایسے لوگوں کو حدیث کی زبان میں خیر الناس کہا جاتا ہے۔یعنی بہترین لوگ یہی لوگ دنیاوی کامیابی اور آخرت کی نجات سے ہمکنار رہتے ہیں۔انسان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کو فائدہ دے۔مثلاً۔راستے سے کانٹے ہٹانا،دوسرے انسان کے لیے بھلا سوچنا،دوسرے انسان سے خندہ پیشانی سے پیش آنا وغیرہ۔اگر چہ یہ زیادہ مشکل اعمال نہیں لیکن انہیں صدقات میں نہیں گنا جاتا۔کیونکہ اس سے لوگوں کو فائدہ ملتا ہے۔

حقوق:۔

ہر مسلمان کے ذمہ دو حقوق ہیں۔

۱) حقوق اللہ

۲) حقوق العباد

حقوق اللہ سے مراد ہے۔اللہ کا حق ادا کرنا۔اور حقوق العباد سے مراد ہے۔بندوں کا حق ادا کرنا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔میں اپنا حق تو معاف کر سکتا ہوں۔لیکن بندوں کا حق معاف نہیں کر سکتا۔جب تک بندہ خود معاف نہ کرے۔اس لیے ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بندوں کا بھی حق ادا کرتے رہے۔ان کے ساتھ اچھا سلوک واچھا برتاؤ کرنا چاہیے۔اور اگر ایسا نہیں کیا تو کامل مسلمان نہیں۔

https://tehkals.com

تیسرا حصہ:۔

موضوعاتی مطالعہ

۱) قرآن مجید۔تعارف۔حفاظت۔فضائل

۲) اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی محبت واطاعت

۳) علم کی فرضیت وفضیلت

۴) طھارت وجسمانی صفائی

سبق نمبرا:

(قرآن مجید۔تعارف۔حفاظت۔فضائل)

سوال ا: قرآن مجید کا مختصر تعارف لکھیں۔

جواب: قرآن مجید کی معنی ہے۔وہ چیز جو بار بار پڑھی جائے۔قرآن مجید وہی کتاب ہے۔جو کرۂ ارض پر سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا ہے۔اس کی جسمانی وفطری ضروریات پوری کرنے کے لیے مادی وسائل پیدا کئے۔اوراس کے ذہن وروح کی رہنمائی کے لیے بھی اہتمام کردیا ہے۔خودانسان کو خیروشر میں فرق کرنے کی صلاحیت اور ضمیر کی آواز عطاء فرمائی۔اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی مکمل راہنمائی کے لیے انبیاء بھیجے۔اوران پر کتابیں نازل فرمائی۔

ہمارے نبی ﷺ اللہ تعالی کے آخری نبی ہے۔اوراللہ تعالی نے آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا۔اور یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔اورتمام بنی نوع انسان کے لے ہدایت کا دائمی ذریعہ ہے۔یہ تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔جس طرح ارشاد ربانی ہے۔

وانزلنا الیک الکتاب باالحق مصدقا لما بین یدیه من الکتاب ومهیمنا علیه۔(مائدہ:۴۸)

ترجمہ:۔

اورتمہاری طرف ہم نے یہ کتاب نازل کی ہے۔یہ حق لے کرآئی ہے۔اس سے پہلے جوآسمانی کتابیں آئیں۔ان کی تصدیق کرنے والی ہے۔اوران کی محافظ ونگہبان ہے۔

مطلب ان کتابوں میں جوتعلیمات اورعقائد اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہ رہ سکے۔انہیں قرآن مجید نے اپنے انداز سرنو بیان کر کے محفوظ کردیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات پر پورے اطمینان سے آخر تک عمل کیا جاسکتا ہے۔

کامل هدایت:۔

قرآن کریم انسانی زندگی کے تمام پہلو کے متعلق راہنمائی کرتا ہے۔اس میں انسانی زندگی کی حقیقت،خیروشر،حلال وحرام،اخلاقی تعلیمات غرض زندگی کے ہر پہلو کے متعلق رہنمائی موجود ہے۔اورآخرت کی زندگی کے بارے میں بھی تفصیلی معلومات ہیں۔

قرآن پاک انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی،معاشرتی حقوق وفرائض اوراس کے معاشی اوراقتصادی اُمور کے متعلق بنیادی ہدایات،سیاسی وبین الاقوامی معلومات اوراخلاق رویوں کے بارے میں تعلیمات پیش کرتا ہے۔غرض قرآن کریم انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں ضروری معلومات ورہنمائی کا خزینہ ہے۔اوراس میں وہ تمام باتیں واضح بتادی گئی ہیں۔جن کا جاننا انسان کے لیے بہت ضروری ہے۔حق کے جاننے کا انسان کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔اوراس ذریعے کی بہترین تفصیل حضو ﷺ کی زندگی اورسنت ہے۔

سوال ۲: قرآن مجید کے حفاظت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ بیان کریں۔

جواب: قرآن مجید کی حفاظت:۔

قرآن پاک عام الہامی کتابوں میں محفوظ ترین کتاب ہے۔قرآن مجید اللہ تعالی کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے۔اوراس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خودلیا ہے۔ارشاد ربانی ہے۔

https://tehkals.com

" انا نحن نزّلناالذکر وانّا لہٗ لحفظون ."

ترجمہ:.

بلاشبہ یہ ذکر ہم نے نازل کیا اور ہم خود ہی اس کے محافظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم کی حفاظت کا یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا۔ کہ پوری دنیا میں موجود قرآن مجید کے نسخوں میں ایک لفظ یا زبر، زیر، پیش میں بھی فرق نہیں آیا۔

حفاظت اور عہد رسالت:۔

قرآن مجید حضرت محمد ﷺ پر ایک ہی وقت میں نازل نہیں ہوا۔ بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تقریباً تئیس (۲۳) سالوں میں نازل ہوا۔ جونہی کچھ آیات نازل ہوتی۔ تو آپ ﷺ کا تب وحی کو بلوا کر لکھوادیتے۔ اور یہ رہنمائی بھی فرماتے کہ انہیں کس سورت سے پہلے یا بعد میں اور کن آیت سے پہلے رکھا جائے۔ کاتبین وحی چالیس (۴۰) کے قریب تھے۔ مسجد نبوی ﷺ میں ایک مقام متعین تھا۔ جہاں وہ عبارت رکھ دی جاتی۔ اور صحابہ کرامؓ اس کی نقل کر کے لے جاتے تھے۔ اور یاد کر لیتے تھے۔ اس طرح جوں جوں قرآن مجید نازل ہوتا گیا۔ لکھا بھی جاتا رہا۔ اور حفظ بھی ہوتا رہا۔ اس عمل میں صرف مرد نہیں بلکہ خواتین بھی اس میں شامل تھیں۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں مکمل قرآن کریم اکثر امہات المومنین، صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کو حفظ ہو چکا تھا۔ اور متعدد صحابہ کرامؓ نے اس کی مکمل نقول تیار کر لی تھی۔

حضور کریم ﷺ کا قرآن مجید کی تلاوت اور تصحیح کرنا:۔

قرآن مجید نازل ہوتا گیا۔ اور آپ ﷺ کے دل پر نقش ہو کر خود بخود یاد ہوتا گیا۔ آپ ﷺ اسے بلند آواز میں سناتے۔ اور صحابہ کرامؓ اسے ذاتی نسخوں سے اسے لکھتے اور یاد کرتے تھے۔ آخری سال وفات سے چند ماہ قبل حضور کریم ﷺ نے پورا کا پورا قرآن مجید دو مرتبہ سنایا۔

عہد صدیقیؓ:۔

حضور ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے ذریعے تمام قرآن مجید کے تمام اجزاء کو آپ ﷺ کی مقررہ کردہ ترتیب کے مطابق یکجا کر کے محفوظ کر لیا گیا۔ کئی مرتدین کے ساتھ جنگوں اور چھوٹے پیغمبروں کے ساتھ بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے تھے۔ اور یہ بہت ہی مشکل کام حضرت زید نے انجام دیا۔ آپ ﷺ ایک ایک آیت لیتے اور دو گواہوں کی گواہی لے کر لکھ لیتے۔

عہد عثمانیؓ:۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں قرآن مجید کو مختلف قبائل نے اپنے لہجوں میں پڑھنا شروع کیا۔ حضرت عثمانؓ کو حضرت حذیفہؓ نے شام وعراق میں اس قرئات اور ہر قرئات کے حق میں قبائلی جھگڑوں کا حال بیان فرمایا۔ تو حضرت عثمانؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے تیار کردہ قرآن کے صحیفوں کو جو علیحدہ علیحدہ تھے اور حضرت حفصہؓ کے پاس تھے۔ ایک ہی جگہ دو جلدوں کے اندر حضرت زید بن ثابتؓ کے ذریعے اسی ترتیب اور اسی قریشی لہجے سے جس میں اترا تھا اکٹھا کر لیا۔ حضرت عثمانؓ کو اسی وجہ سے "جامع الناس علی مصحف واحد" کہا گیا حضرت عثمانؓ کے اس مصحف کے بہت سے نقول تیار کر کے تمام صوبائی دار الحکومت میں ایک ایک نسخہ بھیجا۔ شیطانی طاقتیں قرآن پاک میں اختلاف پیدا کرنے موقع نہیں چھوڑتے۔ لیکن جسے اللہ تعالیٰ رکھے اسے کون نقصان پہنچائے۔ اسی لیے قرآن مجید کو محفوظ ترین الہامی کتاب کہتے ہیں۔

سوال۳: فضائل قرآن پر نوٹ لکھیں۔

جواب: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ محفوظ آسمانی کتاب ہے۔ اور اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے۔ وہ یقینی علم اور حقیقت کی بنیاد پر مبنی ہے۔ اس میں ہر زمانے اور ہر خطے کے تمام انسانوں کے لیے مکمل ہدایت اور رہنمائی موجود ہے۔ اور انسان کی دنیا وآخرت کی حقیقی فلاح کا دارومدار اسی پر عمل کرنے میں ہے۔ اسی لیے قرآن مجید کو بڑی فضیلت حاصل ہے۔ جس طرح یہ کلام تمام کلاموں میں بہتر ہے۔ اسی طرح وہ انسان تمام انسانوں میں بہتر ہے۔ جو خود بھی اس کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو بھی سکھائے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"خیر کم من تعلم القرآن وعلمه."

ترجمہ:.

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

قرآن مجید کی تلاوت بڑی نیکی ہے۔ اور اس کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور اس پر عمل کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اسے دنیا وآخرت دونوں میں عزت وسرفرازی عطا فرماتا ہے۔

جامع کتاب:۔

قرآن مجید ایک ایسی جامع کتاب ہے۔ جس میں زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں عقائد واعمال کا بیان بھی ہے۔ اور اخلاق وروحانیت کا درس بھی۔ تاریخی واقعات بھی ہیں اور مناجات ودعائیں بھی۔ اس میں ہر قسم کے معاشرتی، تہذیبی، اخلاقی، قانونی، سیاسی، آخرت، سزا وجزا پر سیر حاصل بحث ہے۔

محفوظ ترین کتاب:۔

قرآن مجید تمام کتابوں میں محفوظ ترین کتاب ہے۔ کیونکہ چودہ سو (۱۴۰۰) سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ نزول سے اب تک ایک ایک لفظ موجود ہے۔ کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ جس طرح ارشاد ربانی ہے۔ **" انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون ."**

ترجمہ:. یقیناً ہم نے یہ ذکر اُتارا ہے۔ اور ہم خود اس کے محافظ ہے۔

زندہ زبان کی حامل کتاب:۔

قرآن مجید ایک ایسی زبان میں نازل ہوا۔ جو ایک زندہ زبان ہے۔ جبکہ دوسرے الہامی کتابوں کی زبانیں مردہ ہو چکی ہیں۔ اور اب وہ کہیں نہیں بولی جاتی۔

حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب:۔

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے۔ جو انسان کو حق و باطل میں حق کرنے کا تمیز سکھاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ ہم نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا۔ اور فرقان کا مطلب ہے۔ حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب۔

عالمگیر کتاب:۔

قرآن مجید ایک ایسی عالمگیر کتاب ہے۔ کہ ساری دنیا انسنیت کے لیے ہدایت کا پیغام ہے۔ اس کی تعلیمات ہر دور اور ہر ملک میں قابل عمل ہے۔ ہر ذہن کو اس سے لطف ملتا ہے۔

معجز کتاب:۔

قرآن مجید ایک معجزہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ ہر انسان ایسا کلام پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چیلنج کیا ہے۔ کہ اس کی تین آیاتوں کی طرح تم سب مل کر لانے سے عاجز ہو۔

سچی و شک سے پاک کتاب:۔

قرآن مجید ایک ایسی سچی اور شک و شبہ سے پاک کتاب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ **"ذالک الکتاب لاریب فیه".**

ترجمہ:۔

یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔

سبق نمبر:۲

(اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت واطاعت)

سوال ا: تخلیق کائنات کے مطالعہ سے کس ہستی کے وجود کا ادراک ہوتا ہے؟

جواب:۔ انسان جب اپنے وجود و کائنات کے ان گنت مظاہر پر غور کرتا ہے۔ تو اسے دریافت کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ کوئی قدرت رکھنے، پرورش کرنے اور حکمت و دانائی والی ذات ضرور موجود ہے۔ جو ان تمام پر حکمران ہے۔ اور انہیں قوت عطا کر رہی ہے۔ اور بڑھنے کی صلاحیت بخش رہی ہے۔ اور یہ وہ قدیر ہے، خالق ہے، رب ہے، حکیم بھی ہے کہ اس قدر وسیع کائنات کو حکمت سے چلا رہا ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ جب ایک کرسی، ایک میز اور پیالہ وغیرہ بھی بغیر کسی بنانے والے کے تیار نہیں ہوتا۔ تو یہ زمین، یہ آسمان، یہ چاند، یہ سورج، یہ انسان اور اس کے وجود میں بے شمار قوتیں بھی کسی خالق کی قدرت و حکمت سے پیدا ہوئی ہونگی۔ یہ قدرت و رحمت اس کے وجود کے لیے بھی دلیل ہے۔ اور اس کو تسلیم کرنے سے حیاتِ انسانی اور وجود کائنات کا درست ادراک حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ جس کی تخلیق کے جلوے ہر جگہ نمایاں ہیں۔ انسان کی عظمت اسی میں ہے۔ کہ وہ اپنے خالق کو تسلیم کرے۔ اور اس کی محبت میں سرشار ہے۔ اور اس کے احکامات پر عمل کرے جس طرح سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

یاایّھاالناس اعبدو ربکم الذی خلقکم.

ترجمہ:۔

اے لوگوں! اپنے رب کی عبادت کرو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا۔

اللہ کے وجود پر قرآن حکیم کے دلائل:

کائنات میں مکمل توازن:۔

اگر کائنات میں سوچ و فکر کرے تو اس میں مکمل نظم وضبط اور حسن ترتیب نظر آئے گا۔ سورۃ ملک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان تہہ بہ تہہ پیدا کئے۔ تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں دیکھے گا۔ دوبارہ نظر ڈالے تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ ڈالے تیر نگاہ تک کر اور ہار کر دوبارہ واپس آئے گی۔

اجرام فلکی میں نظم وضبط:۔

تمام سیارے اپنے اپنے مدار میں ایک ضابطے میں گردش کرتے ہیں۔ سورۃ یٰسین میں ارشاد ہے۔ نہ سورج کی مجال ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے۔ اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔ سب اپنے مدار میں اندازے سے پھیر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے۔ یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ جس میں ہر ایک چیز مقررہ اندازے اور مقصد سے تخلیق ہوئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

انا کل شیءِ خلقنا بقدر.

ترجمہ:۔ ہم نے ہر چیز کو ایک خاص اندازے میں پیدا کیا۔

https://tehkals.com

کائنات کی اشیاء میں واضح نشانیاں:۔

اس وسیع وعریض کائنات میں خدائے واحد کے وجود کی نشانیاں سورۃ ال عمران میں ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور دن رات کے آنے جانے میں اہل عقل کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

دنیا کی ہر چیز میں حکمت اور کاریگری ہے:۔

سورۃ النمل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

صنع اللہ الذی اتقن کل شئی.

ترجمہ:.

کاریگری اللہ کی ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔

اشیاء کا وجود خالق کی دلیل ہے:۔

اشیاء کا وجود خالق کوئی چیز بنانے والے کی بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ انسان اور انسان کے لیے پیدا کردہ کائنات کو کس نے بنایا؟ کوئی تو قدرت از خود کیسے وجود میں آسکتی ہے؟ انسان نے تو یہ چیز نہیں بنائی۔

سوال ۲: اللہ کی محبت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ کی محبت:۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا۔ عقل دی، حواس دئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں، سننے کے لیے کان دئے۔ اس ذات باری تعالیٰ نے ہمیں سوچنے کی قوت عطا فرمائی۔ تاکہ ہر لمحہ اس کی ذات اور اس کے احکام پر غور کریں۔ اس کی عظمت کا اعتراف کریں۔ اس کی حمد وثناء کے لیے ہمارے قلب اور ذہن معمور رہے۔ اس نے ہمارے لیے زمین پر بہت سی آسائش عطا فرمائی اور نعمتیں فراہم کئے۔ یہ سب کچھ محبت الٰہی کا دعویٰ دیتا ہے۔ کہ کسی ایک کا معمولی حسن سلوک ساری عمر کی احسان مندی کا ماعث بنتا ہے۔ تو جو زندگی بخشتا ہے۔ اس کے لیے ساری عمر محبت کے جذبے پروان کیوں نہ چڑھے۔

ایمان کی تکمیل محبت الٰہی کے بغیر ممکن نہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا۔ "والذین آمنوا اشد حبا للہ۔

ترجمہ:۔ اور جو لوگ ایمان لائے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت محبت کرنے والے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے۔ تو اس کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی جائے۔ کہ اس کے احکام کو دل سے تسلیم کیا جائے۔ اور مکمل عمل کیا جائے۔

قرآن حکیم اور حب الٰہی:۔

قرآن کریم کے تمام صفحات اللہ تعالیٰ کی محبت کی دعوت دے رہی ہیں۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا گیا ہے۔ "اے فرشتوں میں زمین پر اپنا خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ فرشتوں نے اعتراض بھی کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا۔ تمہیں اس کا کچھ پتہ نہیں۔ جو میں بنانے والا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے ایسا انسان بنایا۔ جس میں ہر قسم کے علوم حاصل کرنے کی صلاحیت رکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو عقل جیسی نعمت سے نوازا۔ اور سجود الملائک بنایا۔ اسے اشرف المخلوقات بنایا۔ اس سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت کی دلیل موجود ہے۔ وہ بلا تخصیص ہر ایک کو آرام وسکون، رزق و زندگی کی ضرورتیں فراہم کرتا ہے۔

کائنات میں تفکر اور تدبر عظمت خداوندی کا ادراک پیدا کرتا ہے۔

کائنات میں جتنا بھی غور وفکر کیا جاتا ہے۔ تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی عظمت دکھائی دیتی ہے۔ اس کی خلاقیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیا عظمت کا یہ مشاہدہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے محبت کی راہ نہیں دکھاتا؟

نعمت خداوندی کا تقاضا:۔

انسان اگر اپنے وجود کو دیکھے۔ تو سے پانا جسم، ذہن، اعصابی، نفسیاتی نظام اور دماغ وغیرہ ایک عجوبہ الٰہی نظر آئے گا۔ جس کی سائنسدانوں نے ابھی تک پوری حقیقت معلوم نہیں کی۔ پھر نعمتوں میں سورج، چاند، ستارے، زمین وآسمان، بلند وبالا پہاڑ، گہرے سمندر، وسیع صحرا، گھنے جنگلات، برستا مینہ، چلتی ہوائیں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کی صورت میں نظر آئے گی۔ اس کو اس کی رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت کا احساس ہوگا۔ تو کیوں نہ اس کا دل خالق کائنات اور رب کائنات کے لیے محبت سے موجزن نہیں ہوگا۔

سوال ۳: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کیوں ضروری ہے؟ قرآن وحدیث کا حوالہ دیں۔

جواب: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت قرآن کی روشنی میں:۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کا تقاضا ہے۔ قرآن مجید نے اس محبت کا ذکر کیوں ارشاد فرمایا۔ "النبی اولیٰ بالمئومنین من انفسھم: (الاحزاب).

ترجمہ:۔ نبی اکرم ﷺ مومنوں کے لیے ان کی اپنی جانوں سے زیادہ محبوب ہے۔

مئومنون کی جان اور رسول اللہ ﷺ کی محبت واطاعت میں سے انتخاب کرنا پڑے۔ تو مئومنوں کو جان دے کر بھی محبت کا رشتہ برقرار رکھنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

https://tehkals.com

"لاتقدموا بین یدی الله ورسوله واتقوالله.(الحجرات)

ترجمہ: اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

گفتگو میں سلیقہ عمل اور مطابقت ورد یوں میں اطاعت پیدا ہوگی۔ تو تقویٰ کا حق ادا ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول ﷺ کے ارشادات جاننے کی کوشش کی جائے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آپ ﷺ کے ارشادات کو تمام ذاتی پسند ناپسند پر ترجیح حاصل ہو۔ اسی بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اطیعوالله واطیعوالرسول ولا تبطلوا اعمالکم:.(محمد:۳۳)

ترجمہ:. اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

یعنی اطاعت کے بغیر اعمال ضائع ہوتے ہیں۔

رسول ﷺ کے ساتھ محبت حدیث کی روشنی میں:.

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ۔

لا یومن احدکم حتیٰ یکون هواہ تبعا لما جئت به.

ترجمہ:. تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا۔ جب تک اس کی خواہشات اس احکام کے مطابق نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔ اس سے معلوم ہو کہ محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت میں کوئی شریک نہ ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت تمام رشتوں اور تمام تعلقات سے بڑھ کر ہو۔

حضور ﷺ اپنی امت کے لیے رحیم وشفیق ہے:۔

سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا۔ اس پر تمہاری تکلیف شاق وگراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری کامیابی کے انتہائی خواہش مند ہے۔ مؤمنین کے لیے بے حد شفیق ورحیم ہے۔ جب کسی امت کا پیغمبر ایسا ہو تو ایسے پیغمبر کے لیے محبت کے جذبات کیوں معجز نہیں ہونگے۔ (آیت:۱۳۸)۔

سوال۴:۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کیوں ضروری ہے؟

جواب: **فرمان الٰہی:۔**

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء دوٹوک الفاظ میں بتایا کہ:۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله.

ترجمہ:. اور ہم کسی پیغمبر کو نہیں بھیجتے۔ مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جائے۔

اطاعت سے مراد فرمانبرداری اور تکمیل حکم ہے۔ یعنی ہمیں چاہیے کہ آپ ﷺ کی فرمودات پر عمل کرے۔ اطاعت اللہ کے ساتھ اطاعت رسول ﷺ کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یاایهاالذین امنو اطیعوالله واطیعوالرسول.

ترجمہ:. اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔

کیونکہ ایمان کی بقاء کے لیے اطاعت رسول ﷺ بہت ضروری ہے۔ جیسے سورۃ الانفال میں فرمایا گیا ہے۔ "اگر تم مؤمن رہنا چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔"

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ذریعہ حُب الٰہی:۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ سے محبت کا رشتہ ہموار ہو جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ تو کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس کا ثبوت کیسے دیا جائے۔ یہ سوال ہر انسان کے ذہن میں پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے خود اس کا جواب سورۃ ال عمران میں بتایا ہے۔

قل ان تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفرلکم ذنوبکم والله غفور رحیم.

ترجمہ:. کہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو۔ تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

گویا رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

مکمل اطاعت لازم ھے:.

اطاعت میں مکمل خود سپردگی درکار ہوتی ہے۔ ظاہر عمل کے پیچھے ولی چاہت اور قلبی میلان ضرور ہوتا ہے۔ ورنہ یہ عمل منافقت بن جاتا ہے۔ اسی پر ارشاد ربانی ہے۔

فلا وربک لا یئومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم خرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما.

ترجمہ:.

"تمہارے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک ایمان لانے نہیں۔ جب تک کہ اپنے تنازعات میں آپ ﷺ کا حکم نہ مان لے۔ اور پھر یہ جو فیصلہ آپ ﷺ کرے۔ اس پر تنگ دل نہ ہو بلکہ پورے طور سے اسے تسلیم کرلیں۔"

اطاعت سے جو ایمان کی عملی شکل ہے۔ ایمان کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ اور تسلیم ورضا کی برکات حاصل ہوتی ہے۔

https://tehkals.com

سوال ۵:۔ قرآن کریم کے کسی آیت سے ختم نبوت ﷺ کا مفہوم واضح کریں۔

جواب:۔ حضور اکرم ﷺ پوری انسانیت کے لیے ابدی صحیفہ ہدایت لے کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے ہدایت کا سلسلہ اپنے اتمام کو بھی پہنچا اور اختتام کو بھی۔ ارشاد ہوا کہ۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا.

ترجمہ:۔ " آج میں تمہارے لیے دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔"

کامل ترین مئومن:۔

دین مکمل، نعمت مکمل اور اسلام پر رضائے الٰہی کا وضح اظہار رسول اکرم ﷺ کے آخری نبی اور رسول ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ کہ اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ احکام الٰہی مکمل ہو گئے۔ اب رسول ﷺ تا ابد مشعل راہ ہے۔ اور پیغام الٰہی جو آپ ﷺ کے ذریعے آیا انسانوں کے لیے دستور حیات ہے۔ یہ انسانیت کے لیے شرف بھی ہے۔ اور اب یہ دائمی ہدایت بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے قبل انبیاء کرامؑ کے ذریعے آیا انسانوں کے لیے دستور حیات ہے۔ یہ انسانیت کے لیے شرف بھی ہے۔ اور اب یہ دائمی ہدایت بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے قبل انبیاء کرامؑ خاص علاقوں، قبیلوں یا خاص قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اس لیے مختلف معاشرے تشکیل پاتے رہے۔ اب آپ ﷺ کی آمد سے بین الاقوامیت کا تصور ابھرا۔ ایک مرکز، ایک اُسوۂ، ایک صحیفہ، ہدایت نے نسل انسانی کو وحدت آشنا اور مرکز آشنا کر دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

قل یاایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا. (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ:۔

فرما دیجئے کہ اے لوگوں میں تم سب کی طرف سے اللہ کا رسول ﷺ بن کر آیا ہوں۔

خاتم الانبیاء:۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین.(الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ:۔ محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں۔

خاتم سے مراد ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہے۔ اور آپ ﷺ نے نبوت کا اختتام پر مہر نبوت فرمائی۔ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔ اب انسان کو ہدایت آپ ﷺ ہی کے در سے ملے گی۔ اب پریشانی نظری ختم ہوگئی۔ اب تلاش کر مرحلہ تمام ہوا۔ سب کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ اور رسول کی محبت واطاعت اور اتباع سے احکام الٰہی کا پابند بنتا ہے۔ اسی میں دنیا کی بھلائی ہے اور آخرت کی نجات۔ آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک قابل عمل ہے۔ دوسری شریعت پر عمل موتوف ہوا۔

ختم نبوت کا عقیدہ:۔

یہ عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں ہے۔ آپ ﷺ کے بعد دوسرا نبی یا رسول آنے والا نہیں۔ قرآن حکیم کے علاوہ احادیث میں بھی اس کو واضح کیا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔

ترجمہ:۔ "میں آخری نبی ہوں۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ سب انبیاء نے اسلام کی خوبصورت عمارت بنائی۔ ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی گئی۔ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔ جس سے یہ عمارت مکمل ہوئی۔ یعنی میں خاتم النبیین ہوں۔

سبق ۳:

(علم کی فرضیت وفضیلت)

سوال ۱: قرآن کی روشنی میں علم کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر بے حد احسانات ہیں۔ جن میں ایک احسان علم ہے۔ جو اس نے اپنے بندوں کو عطا کیا۔ رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی اس میں ارشاد ہے۔

اقرء باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق. اقراء وربک الاکرم. الذی علم باالقلم . علم الانسان مالم یعلم.(العلق: ۱ .۵)

ترجمہ:۔

" پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے پیدا کیا۔ پڑھ اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ سکھائی جس کا اسے علم نہ تھا۔"

انسان زمین پر خلیفہ ونائب ہے۔ پیدائش سے ہی انسان کے ذہن کو علوم کے حاصل کرنے کی صلاحیت دی گئی۔ علم ہی وجہ سے فرشتوں کو حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے واضح ہو کہ علم انسان کے لیے عظمت کی بنیاد ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ "والذین اُتو العلم درجت.

ترجمہ:۔ "جس کو علم دیا گیا اس کو بڑا درجہ دیا گیا۔"

https://tehkals.com

لایستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون.

ترجمہ: "برابر نہیں علم دیا گیا اس کو بڑا درجہ دیا گیا۔"

علم کے ذریعے تسخیر کائنات کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں تمام علوم اور سائنسز کی طرف اشارے موجود ہیں۔ مسلمانوں کو ایک آیت میں (**اعدو الهم مااستطعتم**) کے ذریعے ہر قسم کے ہتھیار جس میں جوہری ہتھیار بھی آسکتے ہیں بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ ہتھیار علم ہی کے ذریعے بنانے ممکن ہیں۔ علم تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

انمایخشی الله من عباده العُلماء.

ترجمہ: "عالم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔"

علم ہی کی بدولت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۲: احادیث کی روشنی میں حصول علم کی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔

جواب: حضور کریم ﷺ نے فرمایا۔ انما بُعثت معلما.

ترجمہ: "میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"۔

آپ ﷺ کی یہ خواہش رہتی تھی کہ ان کا علم بڑھے۔ اس لیے وہ دعا فرماتے تھے۔ "ربی زدنی علما.

ترجمہ: " اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔"

آپ ﷺ نے خواتین کو بھی علم حاصل کرنے کی تاکید فرمائی۔ اور فرمایا۔

طلب العلم فريضة علىٰ كل مسلم.

ترجمہ: **"علم کی طلب ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔"**

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا۔

"علم اور حکمت مؤمن کی گم گشتہ متاع ہے۔ جہاں سے میسر ہو حاصل کرو۔ کیونکہ وہی اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔"

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا۔ **"اطلبو العلم ولو كان با الصين."**

ترجمہ: "علم حاصل کرو۔ چاہے یہ چین سے ہی کیوں نہ حاصل ہو۔"

یعنی دنیا کے کسی کونے یا کسی ملک سے مفید معلومات لے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی علم حاصل ہوا ہو۔ اسے آگے پھیلائے۔

رسول اللہ نے فرمایا۔ "بلغواعنی ولو ا آیه.

ترجمہ: مجھ سے ایک آیت بھی سنو۔ تو اسے آگے پہنچا دو۔ اور اس کی تبلیغ کرو۔" اس طرح آخری حج کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ "فليبلغ الشاهد الغائب:

ترجمہ: "جو حاضر وہ جو موجود نہیں اس تک میری بات پہنچا دیں۔"

حصول علم کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

ترجمہ:۔ "ماں کے گود سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو۔" آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ۔ "مؤمن علم سے کبھی سیر نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ جنت تک پہنچ جاتا ہے۔"

سوال ۳: قرآن و حدیث کی روشنی میں علم کی فضیلت پر نوٹ لکھیں۔

جواب:۔ قرآن پاک:۔

قرآن مجید کی پہلی پانچ آیات جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ ان میں علم و عقل اور پڑھنے کی اہمیت کے طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور علم کی فضیلت واضح کر دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ " **انما يخشى الله من عباده العلماء**".

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی ہیبت و جلال اور عظمت و کمال سے علم والے ہی ڈرتے ہیں۔

علم کی بدولت وہ واقعی متقی بن جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ علم و حکمت کی تعلیم دیتے تھے۔ گویا آپ ﷺ کی علم و حکمت کی موتی حاصل کرنے کے لیے امت کے علماء ہی فریضہ انجام دیتے ہیں۔ علم عظمت اور سربلندی کا ذریعہ ہے۔ زیور علم سے آراستہ لوگ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے ہیں۔ جس طرح قران مجید میں ہے۔" **والذين أتو العلم درجت."**

ترجمہ: جن کو علم دیا گیا ان کو بڑا درجہ حاصل ہوا۔ ایک اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ "لایستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون."

ترجمہ: برابر نہیں علم والے اور غیر علم والے۔ جو لوگ نور ایمانی سے منور ہو کر علم سے کام لیتے ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

" يرفع الله الذين امنوا منكم والذين أتو العلم درجت."

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے۔ اور جنہیں علم دیا گیا۔ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔

احادیث نبوی ﷺ:۔

ایک دفعہ رسول پاک ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں دو مجلس ہو رہی تھیں۔ ایک مجلس کا عنوان ذکر تھا۔ اور دوسرے کا علم۔ آپ ﷺ نے دونوں کی تعریف کی۔ اور پھر علم کی مجلس میں شریک ہوگئے۔ اور فرمایا کہ یہ پہلی مجلس سے بہتر ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم جنت کی پھلواریوں میں سے گزرو۔ تو اس سے بھرپور فائدہ اُٹھایا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ جنت کی پھلواریاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا علم کی مجلسیں۔

مندرجہ ذیل روایات سے علم کی اہمیت ہوں واضح ہوتی ہے۔

علم حاصل کرو۔ اللہ کے لیے علم حاصل کرنا بھی نیکی ہے۔

علم کی طلب عبادت ہے۔ اس میں مصروف رہنا، پھیلانا اور بحث کرنا جہاد ہے۔

علم سکھاؤ تو صدقہ ہے۔ علم تنہائی کا ساتھی، فراخی وتنگ دلی میں راہنما، غم خوار دوست اور بہترین ہم نشین ہے۔

علم جنت کا راستہ بتاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم ہی کے ذریعے قوموں کو سر بلندی عطا فرماتا ہے۔

لوگ جب علماء کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ تو دنیا کی ہر چیز ان کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہے۔

علم دلوں کی زندگی ہے۔ اور اندھوں کی بینائی۔

علم کے ذریعے انسان فرشتوں کے اعلیٰ درجات تک جا پہنچتا ہے۔

علم میں غور وحوض کرنا روزے کے برابر ہے۔

علم ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صحیح اطاعت وعبادت کی جاسکتی ہے۔

علم سے انسان مغفرت الٰہی حاصل کرتا ہے۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو علم کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور بدقسمت ہیں وہ لوگ جو اس کی سعادت سے محروم رہتے ہیں۔

طالب علم کے لیے سمندر کی مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں۔

علم کا ایک باب سیکھنا سو رکعت نفلی نمازوں سے بہتر ہے۔

عالم کی فضیلت ایک مؤمن عابد پر ستر (۷۰) درجے ہیں۔

علم وحکمت مؤمن کی گم گشتہ متاع ہے۔

علم معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے۔

تحصیل علم کے دوران موت شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔

میرے بعد سب سے بڑا شخص وہ ہے جس نے علم سیکھا اور اسے آگے پھیلایا۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو درس دیتا ہے کہ علم کی تلاش میں نکلو۔ اور حکمت کے موتی جہاں سے ملے۔ انہیں حاصل کرو۔

علم کی فضیلت اس امر سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حکومت اور سلطنت سے اسی قوم کو سر بلندی فرمایا۔ جسے علم وعمل میں برتری حاصل تھی۔ اسی اُصول کے بناء پر حضرت آدمؑ بھی ملائکہ پر فضیلت لے گئے۔ علم ہی بناء پر مسلمان تمام دنیا پر چھا گئے تھے۔ مگر جب انہوں نے قرآن کی تعلیمات کو چھوڑا۔ اور علم کی روشنی سے دور ہوئے۔ تو زوال کا شکار ہوگئے۔

رسول اللہ صبح وشام جو دعا مانگا کرتے تھے اس میں سے ایک دعا یہ بھی ہے۔

الھم انی اسئلک علما.

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والے علم کی درخواست کرتا ہوں۔

اس طرح یہ بھی مسنون دعا ہے۔ کہ اے اللہ جو علم تو نے ہمیں دیا ہے۔ اسے ہمارے لیے مفید فرما۔ اور ہمیں ایسا علم عطاء فرما۔ جو ہمیں نفع پہنچائے۔

سبق:۴

(طہارت اور جسمانی صفائی)

سوال ا: قرآن وحدیث کی روشنی مین طہارت پر ایک نوٹ لکھئے۔ اور اسکے بارے میں ایک آیت اور ایک حدیث لکھئے۔

جواب: اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور دین فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین میں تمام انسانوں خاص طور پر مسلمانوں کی تمام چھوٹی اور بڑی باتوں سے قرآن وحدیث کے ذریعے آگاہ کر دیا۔ اور نبی کریم ﷺ کو نبی بنا کر اپنے دین کو عملی طور پر سمجھا دیا ہے۔ تاکہ ہر چیز واضح ہوجائے۔ سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وثیابک فطھر . والرجز فاھجر.

ترجمہ:۔ "اپنے کپڑوں کو پاک کر۔ اور ناپاکی سے دور رہ". صفائی کے بارے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ "**الطھور شطر الایمان.**" ترجمہ:۔ طہارت و پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔

طہارت کے لغوی معنی پاک ہونے کی ہے۔ آج کل کے دور میں صفائی کا خیال تو رکھا جاتا ہے۔ اور شریعت کے اُصول کا اپنائے بغیر عام غسل کرنے کو طہارت کے مفہوم میں لے آتے ہیں۔

https://tehkals.com

حالانکہ طہارت کا شرعی مفہوم بالکل مختلف ہے۔ اور شریعت کے بتائے ہوئے اصولوں اور اس کے شرائط کے مطابق صفائی نہ کی جائے۔ تو طہارت نہیں ہوگی۔ اور طہارت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔

طہارت میں دو چیزیں شامل ہیں۔

۱) وضو

۲) غسل

نماز سے پہلے وضو کرنا واجب ہے۔ بشرطیکہ جسم ولباس پاک ہو۔ اگر جسم ولباس پاک نہیں ہو تو وضو سے پہلے غسل کرنا اور لباس کو پاک کرنا لازمی ہے۔ جہاں نماز پڑھ رہے ہیں۔ سجدہ کر رہے ہیں۔ بیٹھتے ہیں وہ جگہ بھی صاف ہونی چاہیے۔

سوال۲: وضو میں کتنے فرائض ہیں؟ وضو کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: وضو کے فرائض:۔ وضو میں چار فرائض ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) چہرے کو دھونا۔

۲) کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھونا۔

۳) سر کا مسح کرنا۔

۴) ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا۔

وضو کرنے کا طریقہ:۔

وضو کرنے کا مسنون طریقہ حسب ذیل ہے۔

۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پڑھ کر اچھی طرح ہاتھوں کو دھونا۔

۲) تین بار کلی کرنا۔ دانتوں کو مسواک یا اُنگلی سے ملنا۔

۳) تین بار ناک میں اچھی طرح پانی ڈالنا۔

۴) چہرے کو پیشانی کے بالوں سے تھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک اچھی طرح دھونا۔

۵) کہنیوں سمیت بازوؤں کو دھونا۔

۶) سر کا مسح کرنا۔

۷) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کو دھونا۔

۸) وضو کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ پہلے جسم کا دایاں حصہ اور پھر بایاں حصہ دھویا جائے۔

۹) جسم کے ہر اعضاء کو تین بار دھویا جائے۔

۱۰) یہ خیال رکھنا کہ کوئی حصہ سوکھا نہ رہ جائے۔ منہ پر پانی زور سے نہ مارا جائے۔

۱۱) ہاتھ و پاؤں کی انگلیوں کے اندر خلال کرنا۔

سوال۳: غسل سے کیا مراد ہے؟ غسل کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: غسل کے معنی اردو زبان میں نہانے کے ہے۔ اگر جسم پاک نہ ہو تو وضو سے پہلے غسل کرنا واجب ہے۔ اس کے علاوہ انسان کو صاف ستھرا رہنے کے لیے نہانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے جمعے کے دن غسل کرنے کو ہر مسلمان کے لیے مسنون قرار دیا ہے۔ اسی طرح عیدالفطر و عیدالاضحیٰ اور عمرہ حج کے لیے احرام باندھنے سے پہلے نہانے کو بھی اپنی سنت میں شامل کیا ہے۔ تمام موقعوں میں نہانا بہتر و مسنون ہے۔ کچھ ایسی حالتیں ہوتی ہیں۔ یعنی جنابت وغیرہ اس میں غسل واجب ہوتا ہے۔

غسل کرنے کا طریقہ:۔

نہانے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ جسم کا جو حصہ گندا ہے۔ اسے دھو لیا جائے۔ اور اسکے بعد اگر ہو سکے۔ تو وضو کر لینا بہتر ہے۔ ورنہ تین بار اس طرح کلی کرنا چاہیے کہ پانی حلق تک پہنچ جائے۔ اور پھر ناک میں تین بار پانی ڈالے جہاں تک ممکن ہو آگے تک لے جائے۔ آخر میں پورے جسم پر تین بار پانی بہایا جائے۔ اور پورے جسم کو مل کر صاف کیا جائے۔

مرد و عورت کے لیے ضروری ہے۔ کہ اس طرح نہائے کہ جسم کا کوئی حصہ یا کوئی بال خشک نہ رہے۔ پانی اعتدال کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ غسل خانے میں نہایا جائے۔ اگر غسل خانہ میسر نہ ہو۔ تو مرد کے لیے کپڑا پہن کر نہانے کی اجازت ہے۔ البتہ عورت کے لیے ضروری ہے۔ کہ پردے میں نہائے۔ غسل کرتے وقت گنگنانے اور باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ قد آدم آئینہ اگر ڈھانپ لیا جائے۔ تو بہتر ہے۔ کہ پورا جسم نظر نہ آسکے۔

https://tehkals.com

سوال۴: طہارت کے کیا فائدے ہیں؟

جواب: **طہارت کے فائدے:۔**

شریعت میں جو طریقے مقرر کیے ہیں۔ان کا مقصد انسان کو نقصان یا تکلیف پہنچانا نہیں۔ بلکہ یہ تو ان کی فائدے کی باتیں ہیں۔ ہر نماز سے پہلے وضو کرنے سے ذہنی اور جسمانی سکون ملتا ہے۔انسان صاف ستھرا رہتا ہے۔اس کی تکاوٹ دور ہو جاتی۔نہانے سے پورا جسم صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔اور اس طرح صفائی کے باعث بیماریوں سے کافی حد تک محفوظ رہتا ہے۔وضو اور نہانے سے ظاہری صفائی بھی حاصل ہوتی ہے۔اور روحانی بھی۔عبادت و کام میں لطف آتا ہے۔اور اس طرح عادت بھی قبول ہوتی ہے۔اور کام کرنے کی صلاحیت بھی بڑھ جاتی ہے۔

جسمانی طہارت کے فوائد:۔

۱) شریعت میں عبادت کے لیے طہارت کو شرط مقرر کیا ہے۔ضروری ہے کہ انسان نجاست سے آلودہ نہ ہو۔

۲) آدمی پاک صاف ہو جائے۔تو اسے ذہنی سکون کا احساس ہوتا ہے۔

۳) طہارت سے بیماریوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔

۴) قرآن مجید میں ہے اللہ صاف ستھرے لوگوں کا پسند کرتا ہے۔

۵) صاف ستھرے آدمی کے ساتھ لوگ بات کرنا یا پاس بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔جبکہ گندے و بدبودار شخص سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔

۶) حضور کریم ﷺ نے فرمایا کہ صفائی نصف ایمان ہے۔

۷) طہارت حاصل کرنے سا کام میں لطف آتا ہے۔

۸) نہانے سے انسان میں سستی، کاہلی اور تھکاوٹ ختم ہو جاتی ہے۔اور وہ تازہ دم ہو جاتا ہے۔

۹) نہانے سے کام کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

روحانی طہارت کے فوائد:۔

۱) دل پاکیزہ ہو۔ذہن صاف ہو تو ایسے شخص کو معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

۲) عبادت کے لیے دل و دماغ پاک ہونے چاہیے۔تب ہی عبادت کی قبولیت کا درجہ بڑھ جاتا ہے۔

۳) پاکیزہ دل و دماغ حلال اور پاکیزہ رزق پروان چڑھتے ہیں۔

۴) پاکیزہ بندہ اللہ کے قریب پہنچ جاتا ہے۔اور اس کے عبادات سنور جاتے ہیں۔

۵) پاکیزہ لوگوں کو لوگ پسند کرتے ہیں۔

(واللہ اعلم)